یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

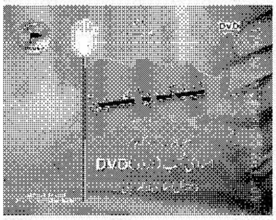

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباس

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL USE

فہرست مضامین

عنوان

پیش لفظ

حرف اوّل یا چند ضروری نکات

پہلا سبق ۔ ایک اہم سوال، موت خاتمہ ہے یا ابتدا ؟

اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتے ہیں ؟

موت سے اس خوف کی اصل دلیل ۔

موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال ۔

موت کے بارے میں دو مختلف نظریے ۔

دوسرا سبق قیامت زندگی کو مفہوم دیتی ہے ۔

اگر اسی عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟

قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے ۔

روز حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالتوں میں فرق

تیسرا سبق ۔ قیامت کی عدالت کا نمونہ خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے ؟

پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات ۔

دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟

چوتھا سبق ـ ضمیر کی عدالت کے نقائص اور امتیازات
قیامت فطرت کی تجلی گاہ میں
بقاء سے محبت
قدیم قوموں کے درمیان روز حشر کا عقیدہ
باطنی محکمہ کا وجود اور قیامت کا فطری ہونا۔
پانچواں سبق ـ قیامت اور انصاف کی ترازو
تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں
اختیار اور ارادہ کی آزادی
چھٹا سبق ـ بارہا ہم نے قیامت اسی دنیا میں دیکھی ہے۔
مشرکین مسئلہ قیامت پر کیوں تعجب کرتے ہیں ؟
قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا۔
ساتواں سبق ـ قیامت اور تخلیق کا فلسفہ
خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا ؟
آیا یہ دنیا دی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے ؟
آٹھواں سبق ـ روح کی بقاء قیامت کے لئے ایک علامت ہے۔
روح مادی اور الہی فلاسفہ کی نظر میں۔
ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جا سکتا۔
روح کی بیرونی فضا سے رابطہ کی خصوصیت۔
روح کی اصلیت اور استقلال پر تجربی دلائل۔
نواں سبق ـ جسمانی اور روحانی قیامت۔

دسواں سبق

آیا قیامت جسمانی ہے یا جسمانی اور روحانی ؟
جسمانی قیامت کا قرآن سے ثبوت ۔
عقل اور قیامت جسمانی ۔
جسمانی قیامت کے بارے میں بعض سوالات اور ان کے جوابات ،
بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا ۔
کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟
آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اسی دنیا کے نظام حکومت کی طرح ہے ؟
اعمال کا مجسم ہو کر ظاہر ہونا ۔

دس سبق

هدية . هدية . هدية
المجمع العالمي لأهل البيت
The Ahl-ul-Bait(a) World Assembly
www.ahl-ul-bait.org

قیامت شناسی

(جوانوں کے لئے)

از قلم ــــــ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی

پیشکش ــــــ بعثت فاونڈیشن تہران، ایران

نام کتاب۔ قیامت شناسی

تالیف۔ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی

ترجمہ۔ انجینئر سید خادم حسین، بی۔ ایس۔ سی انجینئرنگ۔ ایم۔ آئی۔ اے

کاتب۔ صلاح الدین بارہ بنکوی۔ امام باڑہ روڈ رانڈ جوتی خص آباد

پیشکش۔ بعثت فاؤنڈیشن۔ تہران۔ ایران

تاریخ اشاعت۔ سنہ ۱٤۱ ہجری، سنہ ۱۹۹ء

قیمت۔ ۱۰ روپے

پہلا سبق

ایک اہم سوال

موت خاتمہ ہے یا ابتدا؟

- اکثر انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے۔
- موت سے خوف کی اصل دلیل۔
- موت کی تفسیر اور سیاہ نامہ اعمال۔
- موت کے بارے میں دو مختلف نظریے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکثر انسان موت سے ڈرتے ہیں، آخر کیوں ؟

موت ہمیشہ سے ایک وحشتناک شکل میں مجسم ہوکر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آتی ہے۔ اور اس کا تصور ہی زندگی کے شیریں شربت کو بہت تلخ اور ناگوار بنا دیتا ہے۔

لوگ موت کے نام ہی سے صرف نہیں ڈرتے بلکہ قبرستان کے نام سے بھی نفرت کرتے ہیں اور قبروں اور مقبروں کی چمک دمک سے موت کی اصلی ماہیت کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کے مختلف ادب میں موت کا یہ وحشتناک تصور پوری طرح سے نمایاں ہے۔ اور ہمیشہ "موت کا بھیانک ہیولیٰ" "موت کا پنجہ" اور "موت کا طمانچہ" جیسی تعبیروں سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔

جب لوگ کسی مردہ کا نام لینا چاہتے ہیں تو اس لئے کہ سننے والا کسی وحشت کا شکار نہ ہو اس طرح کے جملے بولتے ہیں: "اس زمانہ سے دور" "میری زبان گنگ ہو جائے" "سات پہاڑ بیچ میں آجائیں" "اس کی خاک کے ذرّوں کے برابر آپ کی عمر ہو" غرضیکہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ سننے والے اور موت کے خیال کے درمیان ایک دیوار کھنچ جائے۔

لیکن ہمیں چاہئے کہ تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ موت کے بارے میں لوگوں کی

وحشت کی اصل وجہ کیا رہی ہے ؟

اس عام خیال کے برخلاف لوگوں کا کیوں ایک ایسا گروہ ہے جو نہ صرف یہ کہ موت سے ہراساں نہیں ہوتا بلکہ ان کے چہروں پر تبسم کھیلتا ہے اور وہ موت کے استقبال میں افتخار کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ ایسی حالت میں جب کہ لوگوں کا ایک گروہ آب حیات اور جوانی کے لئے اکسیر دواؤں کی تلاش کرتا تھا تو ایک گروہ ایسا بھی تھا جو جہاد کے لئے مورچوں کی طرف عاشقانہ طور پر بڑھتا تھا اور موت کا مذاق اڑاتا تھا۔ اور کبھی کبھی یہ لوگ اپنی طولانی زندگی کا گلہ کرتے تھے اور ایک ایسے دن کی آرزو کرتے تھے جب وہ اپنے محبوب اور اپنے خدا کا دیدار کریں گے اور اس سے ملحق ہو جائیں گے اور آج بھی ہم حق و باطل کی جنگ میں تمام مورچوں پر اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ شہادت کے استقبال میں کیونکر ہتھیلیوں پر اپنی جانیں لئے ہوتے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

★ ★ ★

موت سے خوف کی اصلی دلیل

غور و فکر اور تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موت سے ہمیشہ کی وحشت کی صرف دو وجوہات ہیں۔

۱۔ فنا کے معنوں میں موت کی تفسیر

انسان ہمیشہ فنا سے گریزاں رہتا ہے۔ بیماری سے بچتا ہے کیونکہ

اس کا عدم وجود ہی اس کی سلامتی اور بقاء ہے. اندھیرے سے اسے وحشت ہوتی ہے کیونکہ اسکی عدم موجودگی روشنی ہے۔
انسان فقیری سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کی عدم موجودگی اس کو غنی کرتی ہے .

یہاں تک کہ کبھی کبھی خالی گھر سے اسے وحشت ہوتی ہے اور ایک خالی بیابان میں وہ خوف کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں ہوتا۔
اور تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان خود مردہ سے کبھی ڈرتا ہے ۔ مثلاً وہ اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہوتا کہ کسی کمرہ میں اگر کوئی مردہ ہے تو رات میں وہاں رہے حالانکہ جب یہی مردہ زندہ تھا تو وہ اس شخص سے بالکل نہیں ڈرتا تھا .
اب ہم یہ دیکھیں گے کہ انسان عدم اور نیستی سے کیوں ڈرتا ہے اور وحشت کرتا ہے. اسکی دلیل واضح ہے ۔ ہستی کا ہستی سے ربط وضبط ہے اور وجود کی وجود کے ساتھ آشنائی ہے . وجود کی عدم سے ہرگز شناسائی نہیں ہوتی۔ بس اسی طرح عدم کے ساتھ ہماری بیگانگی بھی بالکل فطری ہے .
اب اگر ہم موت کو ہر چیز کا خاتمہ سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے سے ساری چیزیں ختم ہو جاتی ہیں ۔ تو ہم کو حق ہے کہ ہم موت سے ڈریں اور یہاں تک کہ اس کے نام اور خیال سے وحشت کریں ۔ کیوں کہ موت ہم سے ساری چیزیں چھین لیتی ہے .
لیکن اگر ہم موت کو ایک نئی زندگی اور حیات جاودانی کے آغاز کا ذریعہ اور عظیم عالم کی طرف ایک دریچہ سمجھیں تو فطری طور پر نہ صرف یہ کہ موت سے ہمیں وحشت نہیں ہوگی بلکہ ہر اس پاک اور کامیاب شخص کو جو موت کی طرف قدم بڑھائے گا مبارکباد پیش کریں گے .

۲ــــ سیاہ نامۂ اعمال

لوگوں کے ایسے گروہ کو بھی ہم جانتے ہیں جو موت کی تفسیر فنا اور نابودی کے معنی میں نہیں کرتے اور موت کے بعد کی زندگی کے بھی منکر نہیں ہیں لیکن اسکے باوجود موت سے ڈرتے ہیں۔

کیونکہ ان کا نامۂ اعمال اس قدر سیاہ و تاریک ہے کہ وہ موت کے بعد کی دردناک سزاؤں سے وحشت رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ حق بجانب ہیں کہ موت سے ڈریں۔ یہ ان خطرناک مجرموں کی مانند ہیں جو قید خانہ میں ہیں اور آزادی سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جیسے ہی ان کو قید خانہ سے باہر لے جایا جائیگا فوراً پھانسی کے تختہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

یہ شخص قید خانہ کی سلاخوں سے مضبوطی سے چپکا رہتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ آزادی سے نفرت کرتا ہے بلکہ وہ ایسی آزادی سے ڈرتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے پھانسی کی سزا دیدی جائے گی۔ اسی طرح وہ بدکار لوگ جو اپنے جسموں کے تنگ پنجڑوں سے اپنی روحوں کی آزادی کو اس بات کا مقدمہ سمجھتے ہیں کہ انکے برئے قابل ننگ اور ظلم وستم اور تباہ کاری کے اعمال کیوجہ سے زبردست شکنجوں سے ان کو سزا دی جائے گی، موت سے وحشت رکھتے ہیں۔

لیکن جو لوگ نہ تو موت کو اپنی فنا سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کا نامۂ اعمال سیاہ و تاریک ہیں وہ کیوں موت سے ڈریں گے؟

بلاشک یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی دنیاوی زندگی کو بھی چاہتے ہیں مگر صرف

اس لئے کہ موت کے بعد آخرت میں اپنی نئی زندگی کے لئے اس دنیاوی زندگی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور اس موت کا جو اپنے اصل مقصد اور افتخار اور خدا کی خوشنودی کی راہ میں ہو خیر مقدم کرتے ہیں۔

★ ★ ★

دو مختلف نظریے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں اور وہ گروہ جس میں لوگوں کی اکثریت شامل ہے موت سے بیزار اور متنفر ہے۔

لیکن دوسرے گروہ کے لوگ اس موت کا جو ایک عظیم مقصد مثلاً خدا کی راہ میں شہادت کے لئے ہو خیر مقدم کرتے ہیں۔ یا کم از کم جس وقت احساس کرتے ہیں کہ ان کی عمر طبعی اب خاتمہ کے قریب پہونچ چکی ہے تو ان کے دل میں کسیطرح کے غم واندوہ کا گذر نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ دو مختلف نظریے رکھتے ہیں۔

پہلا گروہ :

اس گروہ کے لوگ یا تو موت کے بعد کی دنیا (آخرت) پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور یا اگر ایمان رکھتے بھی ہیں تو ابھی اس پر ان کو یقین نہیں آیا ہے لہٰذا موت کے لمحہ کو ہر چیز سے اپنی جدائی کا لمحہ سمجھتے ہیں۔ البتہ ہر چیز سے جدا ہونا بڑا وحشتناک ہے روشنی اور نور سے مکمل اندھیرے کی طرف قدم بڑھانا ہی دکھ سے بھرا ہے۔

اسی طرح قید خانہ سے آزاد ہونا اور ایک عدالت کیطرف اس شخص کا جانا،

(جو مجرم ہے اور جس کے جرم کا پورا ثبوت ثابت ہو چکا ہے. بھی وحشت انگیز اور ہولناک ہے.

دوسرا گروہ:

لیکن دوسرے گروہ کے لوگ موت کو ایک نئی زندگی تصور کرتے ہیں۔ اور موت کو دنیا کے محدود و تاریک ماحول سے جلد نکلنے کا ذریعہ اور ایک وسیع و عریض و روشن دنیا کی طرف جانا تصور کرتے ہیں۔

ان کے لئے موت ایک تنگ اور چھوٹے پنجرے سے آزاد ہونا اور وسیع آسمان کی فضا میں پرواز کرنا ہے اور ایک ایسے ماحول سے، جو جھگڑوں، کشمکشوں، تنگ نظریوں، بے انصافیوں، کینہ پروریوں اور جنگوں کا مرکز ہو، باہر نکلنا ہے نیز ایک ایسے ماحول کی طرف قدم بڑھانا ہے جو ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے. ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو ایسی موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تو حضرت علیؑ کی طرح کہتے ہیں: لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ: (خدا کی قسم ایک شیر خوار بچہ کو جسطرح اپنی ماں کے پستان سے محبّت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ محبت فرزند ابوطالبؑ کو موت سے ہے۔

یا یہ لوگ فارسی زبان کے ایک شاعر کی طرح اس آواز پر سر دھنتے ہیں:

مرگ اگر مرد است گو نزد من آئی
تا در آغوش بگیرم تنگ تنگ!
من ز او جانی ستانم جاودان
او ز من دلقی ستاند رنگ رنگ!

(اگر موت مرد (بہادر ہے) تو اس سے کہو میرے سامنے آئے تاکہ میں اسے

بھنچ بھنچ کر گود میں لوں ۔ میں اس سے اپنی ہمیشہ رہنے والی زندگی لے لوں اور وہ مجھ سے درویشی کا رنگ برنگا لباس لے لے ۔)

یہ بلاسبب نہیں ہے کہ تاریخِ اسلام میں ہم کو حضرت امام حسینؑ اور ان کے جانثار اصحاب جیسے افراد نظر آتے ہیں کہ جیسے جیسے ان کی شہادت کا وقت نزدیک آتا تھا ان کے چہرے اتنے ہی زیادہ شاداب و درخشاں ہوتے جاتے تھے اور وہ اپنے محبوب کے دیدار کے شوق میں پھولے نہیں سماتے تھے ۔

اور اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی پرافتخار زندگی کی تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جس وقت ان کے سر پر (سجدہ میں) تلوار پڑی تو کہتے جاتے تھے : "فزت برب الکعبۃ" یعنی "کعبہ کے خدا کی قسم میں کامیاب و مطمئن ہوا" ! ظاہر ہے کہ اس بیان سے یہ منظور نہیں ہے کہ انسان خود کو خطرے میں ڈال دے ۔ اور زندگی کی اس عظیم نعمت کی قدر نہ کرے ۔ اور اہم مقاصد تک پہونچنے کے لئے اس زندگی سے فائدہ نہ اٹھائے ۔

بلکہ اس بیان سے یہ منظور ہے کہ انسان زندگی سے صحیح طور پر استفادہ کرے ۔ لیکن زندگی کے خاتمہ سے ہرگز ہراساں نہ ہو خاص طور پر اگر یہ خاتمہ ایک عظیم و بلند مقصد کی راہ میں ہو ۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ اور اس ڈر کی کیا وجوہات ہیں؟

۲۔ کیوں ایک گروہ موت کا خیر مقدم کرتا ہے اور خدا کی راہ میں شہادت کا مشتاق رہتا ہے؟

۳۔ موت کے لمحہ کو کس چیز سے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ پرہیزگار و مومن حضرات موت کے بارے میں کیا احساسات رکھتے ہیں اور تقویٰ و ایمان سے بے بہرہ افراد موت کے لئے کیا احساسات رکھتے ہیں؟

۴۔ کیا اپنی عمر میں آپ نے اپنی آنکھوں سے ایسے انسانوں کو دیکھا ہے جو موت سے نہ ڈرتے ہوں؟ ان کو دیکھ کر آپ میں کیا اثرات مرتب ہوئے؟

۵۔ حضرت علیؑ کی نظر میں موت کا فلسفہ کیا تھا؟

ولاية علي بن ابي طالب حصني
فمن دخل حصني امن من عذابي

دوسرا سبق

قیامت زندگی کو ایک مفہوم دیتی ہے

- اگر اس عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟
- قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے۔
- روز حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالتوں میں فرق ۔

اگر اس عارضی زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ؟

اگر ہم اس دنیا کی زندگی پر بغیر دوسری دنیا (آخرت) کی زندگی کے وجود کے نگاہ ڈالیں تو وہ بے مقصد اور بیکار نظر آئے گی۔
یہ بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح ہم شکم مادر میں بچہ کی زندگی کا بغیر اس دنیا کی زندگی کے وجود کے تصور کریں۔
ایک بچہ جو شکم مادر میں ہوتا ہے اور اس محدود و تاریک قید خانہ میں مہینوں مقید رہتا ہے اگر وہ عقل و خرد رکھتا ہو اور وہ اپنی شکمِ مادر کی اس زندگی کے بارے میں غور کرے تو اسے ضرور تعجب ہوگا۔
کیوں میں اس تاریک قید خانہ میں مقید ہوں ؟
کیوں میرے لئے ضروری ہے کہ پانی اور خون کے درمیان اپنے ہاتھ پیر ماروں ؟
آخر میری اس زندگی کا کیا نتیجہ نکلے گا ؟
میں کب سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں ؟
لیکن اگر اس بچہ کو ہم بتائیں کہ تمہاری زندگی کا یہ دور ایک ابتدائی دور ہے اور تمہارے جسم کے اعضا یہاں شکل اختیار کر رہے ہیں اور طاقتور بن رہے ہیں اور ایک بڑی دنیا میں جستجو اور حرکت کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔
نو مہینے گذرنے کے بعد اس قید خانہ سے تمہاری آزادی کا حکم صادر ہوگا۔

اس کے بعد تم ایک ایسی دنیا میں قدم رکھو گے جس میں چمکتا ہوا آفتاب اور دمکتا ہوا ماہتاب، سرسبز درخت اور بہتے ہوئے پانی کی نہریں اور مختلف نعمتیں ہیں۔
تو اس وقت یہ بچہ ایک اطمینان کی سانس لیتا ہے اور کہتا ہے "اچھا اب میں سمجھا کہ اس قید خانہ میں میرے وجود کا کیا مقصد ہے!

یہ دور زندگی ایک ابتدائی مرحلہ ہے، یہ ایک چھلانگ لگانے کے لئے تخت ہے، یہ ایک بڑی یونیورسٹی میں پہونچنے کے لئے ایک درجہ ہے۔

البتہ اگر اس دنیا کی زندگی کا راستہ رابطہ شکم مادر میں بچہ کی زندگی سے کاٹ دیا جائے تو اس کے لئے سب کچھ تاریک اور بے مقصد ہو جائے گا اور اس کی قید ایک وحشتناک قید ہو جائے گی اور یہ قید دکھ دینے والی اور بے نتیجہ ہو گی۔

★ ★ ★

اس دنیا کی زندگی کا موت کے بعد کی زندگی سے رابطہ بھی اسی طرح کا ہے۔

ہمارے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس دنیا میں ساری مشکلات کے درمیان ستر سال یا اس سے کم یا زیادہ مدت تک ہاتھ پیر ماریں؟

ایک مدت تک ہم کچے اور ناتجربہ کار رہتے ہیں اور جب ہم پختہ اور تجربہ کار ہوتے ہیں تو ہماری عمر ختم ہو جانے والی ہوتی ہے!

ہم کو برسوں تک علم و دانش حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور جس وقت ہم معلومات کے اعتبار سے پختہ ہو جاتے ہیں تو ہمارے سر پر بڑھاپے کی برف پڑ چکی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کس بات کے لئے ہم زندہ رہیں ؟ کھانا کھانے کے لئے، لباس پہننے کے لئے اور سونے کے لئے ؟ اور اسی طرح زندگی کو دسیوں سال دہرانے کے لئے ؟

کیا یہ کشادہ آسمان، یہ وسیع زمین، اور یہ سارے ابتدائی مراحل، یہ سارے علوم اور تجربوں کا حاصل کرنا، یہ سب اساتذہ اور تربیت کرنے والے، کیا سب اسی کھانے پینے اور لباس پہننے اور انحطاط پذیر ایک ہی طرح کی زندگی کے لئے ہے۔ ؟

یہاں پر ان لوگوں کے لئے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں یہ زندگی کھوکھلی ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو ان چھوٹے چھوٹے کاموں کو زندگی کا مقصد ہی قرار دے سکتے اور نہ وہ موت کے بعد کی دنیا (آخرت) ہی پر ایمان رکھتے ہیں۔

لہٰذا یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا ایک گروہ ایسی بے مقصد اور کھوکھلی زندگی سے نجات کے لئے خودکشی کا اقدام کرتا ہے۔

لیکن اگر ہم یقین کریں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کاشتکاری کیلئے ایک وسیع زمین ہے جسمیں ہم بیج بونے کا کام کریں اور اس کی فصل ہم ایک ابدی اور جاودانی زندگی میں کاٹیں۔

دنیا ایک یونیورسٹی ہے جس میں ہمیں چاہیئے کہ معلومات حاصل کریں، اور خود کو ایک ہمیشہ رہنے والی دنیا کی زندگی کے لئے تیار کریں، دنیا ایک گذرگاہ اور پل ہے جس سے ہمیں چاہیئے کہ گذر جائیں۔

ایسی صورت میں دنیاوی زندگی کھوکھلی اور بے معنی نہ ہوگی۔ بلکہ ایک ابدی اور جاودانی زندگی کے لئے ایک ابتدائی مرحلہ ہوگی جس کی راہ میں

ہم جس قدر کوشاں رہیں کم ہے۔

ہاں! قیامت پر ایمان انسان کی زندگی کو ایک مفہوم بخشتا ہے۔ اور انسان کو بے چینی وخوف اور کھوکھلے پن سے رہائی عطا کرتا ہے۔

★ ★ ★

قیامت پر ایمان تربیت کے لئے ایک اہم چیز ہے

اس کے علاوہ آخرت کی عظیم عدالت کے وجود پر اعتقاد ہماری آج کی زندگی میں بے حد مؤثر ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک ملک میں یہ اعلان ہو جائے کہ "سال کے دوران فلاں دن کسی بھی جرم کی کوئی سزا نہ ہوگی اور اس کے لئے کوئی مقدمہ اور فائل تیار نہیں کی جائے گی اور لوگ کسی بھی سزا کے نہ دیئے جانے سے مطمئن ہو کر اس دن کو گذار سکتے ہیں۔ پولیس اور انتظامیہ کے افسران کی اس دن چھٹی رہے گی۔ جیل خانے اور عدالتیں اس دن بند رہیں گی۔ یہاں تک کہ دوسرے دن جب عام زندگی شروع ہوگی تو اس دن کے جرائم کے بارے میں عدالتوں میں بحث نہیں ہوگی۔"

سوچیئے! اس دن معاشرہ اپنی کیا شکل اختیار کرے گا۔

روز حشر پر ایمان ایک عظیم عدالت پر ایمان ہے جس کا اس دنیا کی عدالت سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

★ ★ ★

روزِ حشر کی عدالت اور دنیاوی عدالت میں فرق

اس عظیم عدالت کی خصوصیات حسب ذیل ہیں :

۱۔ یہ ایک ایسی عدالت ہے کہ جہاں نہ تو سفارش کا کوئی اثر ہے اور نہ اس حاکم (خدا) کے قوانین پر تعلقات کا کوئی اثر ہے۔ اور نہ ہی اس عدالت کے فیصلے جھوٹوں کے بیانات اور ثبوت سے بدلتے ہیں۔

۲۔ یہ ایک ایسی عدالت ہے جس میں اس دنیا کی عدالتوں کی طرح آداب و رسوم نہیں ہیں اور اسی وجہ سے اس میں تاخیر اور تفصیل نہیں ہے۔ یہ برق رفتاری اور واضح طور پر حکم صادر کرتی ہے۔

۳۔ یہ ایک ایسی عدالت ہے کہ لوگوں پر لگائے گئے الزام کا ثبوت خود ان کے اعمال ہیں۔ یعنی اعمال خود وہاں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے فاعل کے ساتھ اپنا ارتباط اس طرح قائم کرتے ہیں کہ اس کے لئے انکار کرنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

۴۔ اس عدالت کے گواہ انسان کے ہاتھ، پیر، کان، آنکھیں، زبان اور اس کے جسم کی کھال ہیں یہاں تک کہ اس گھر کے در و دیوار جس میں گناہ یا ثواب کا کام کیا گیا ہے، گواہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کے گواہ جو انسان کے اعمال کے فطری ثبوت ہوں ناقابل انکار ہیں۔

۵۔ یہ عدالت ایک ایسی عدالت ہے جس کا حاکم خود خدا ہے۔ ایسا خدا جو ہر چیز سے باخبر، ہر شخص سے بے نیاز اور سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔

۶۔ اس کے علاوہ اس عدالت میں سزائیں اور جزائیں ایک خاص مدت کے لئے نہیں ہیں۔ اور اکثر خود ہمارے اعمال ہیں جو ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ہمارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ہم کو تکلیف پہونچاتے ہیں یا آسائش اور نعمتوں میں ہم کولے جاتے ہیں۔

ان خصوصیات کی حامل عدالت پر ایمان انسان کو ایسے مقام پر پہونچا دیتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی طرح کہتا ہے :

"خدا کی قسم اگر میں راتوں کو صبح تک بجائے نرم بستر کے کانٹوں پر بسر کروں اور دنوں میں میرے ہاتھ پیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں اور مجھے کوچہ و بازار میں کھینچا جائے تب بھی یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہوگا کہ میں اپنے عظیم پروردگار کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوں کہ خدا کے بندوں میں سے کسی بندے پر میں نے ظلم کیا ہو یا کسی شخص کا حق غصب کیا ہو"۔ (۱)

ایسی عدالت پر ایمان ہی ہے جو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ تپتے اور جلتے ہوئے لوہے کو اپنے بھائی (عقیل ابن ابی طالب) کے ہاتھ کے قریب لیجاتے ہیں جو بیت المال میں اپنے لئے ترجیح کے خواہاں ہیں۔ اور جس وقت بھائی کی فریاد بلند ہوتی ہے تو انھیں نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں: "بھائی! آپ ایک معمولی سی آگ 'جو انسان کے ہاتھوں کا کھیل ہے' کے شعلہ سے بے چین ہو کر فریاد کرتے ہیں لیکن اپنے بھائی کو اس ہولناک آگ کیطرف 'کہ جس کے شعلے خدا کے قہر و غضب سے بھڑک رہے ہیں' کھینچتے ہیں؟ (۲)

(۱) نہج البلاغہ۔ خطبہ ۲۲۴
(۲) نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۴

کیا ایمان کے اس درجہ پر فائز ایسے انسان کو دھوکا دیا جا سکتا ہے ؟
کیا رشوت سے اس کے ضمیر کو خریدا جا سکتا ہے ؟
کیا لالچ اور دھونس سے اس کو حق کی راہ سے باطل کی راہ کی طرف منحرف کیا جا سکتا ہے ؟ قرآن مجید کہتا ہے : جس وقت گنہگار اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے تو اپنی فریاد بلند کریں گے اور کہیں گے : مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا : (ہائے ہماری شامت !) یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹے ہی گناہ کو بے قلمبند کئے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو) .... (۱)

اور اس طرح ہر کام میں اپنی ذمہ داری کا احساس انسان کی روح کی گہرائیوں میں ایک طاقتور لہر پیدا کر دیتا ہے جو اسے گمراہیوں ، ناانصافیوں اور زیادتیوں سے روکتی ہے ۔

★ ★ ★

(۱) سورۂ کہف ۔ آیت ۴۹

سوچیئے اور جواب دیجئے!

۱۔ اگر اس دنیا کی محدود اور عارضی زندگی کے بعد ایک دوسری دنیا (آخرت) نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟
۲۔ توحید اور قیامت کے منکرین کا ایک گروہ کیوں خودکشی کا اقدام کرتا ہے؟
۳۔ روزِ حشر کی عدالت اور اس دنیا کی عدالت میں کیا فرق ہے؟
۴۔ قیامت پر ایمان انسان کے عمل پر کیا اثر ڈالتا ہے؟
۵۔ امیر المومنین علیؑ علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے کیا کہا؟ وہ کیا چاہتے تھے اور حضرت علیؑ نے ان کو کیا جواب دیا؟

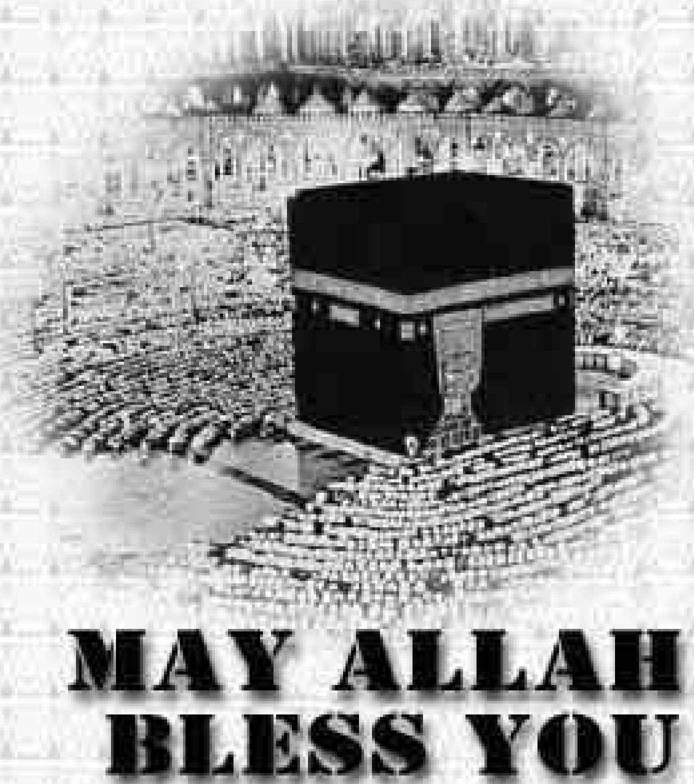
MAY ALLAH
BLESS YOU

تیسرا سبق

قیامت کی عدالت کا نمونہ خود تمہارے ضمیر میں موجود ہے

- انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے .
- پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات .
- دوسری عدالت اور اس کی خصوصیات .
- تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے .
- ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقائص .

انسان کا کتنی عدالتوں میں محاکمہ ہوتا ہے

چونکہ موت کے بعد زندگی اور قیامت کی عظیم عدالت کا مسئلہ انسان کے لئے، جو کہ اس دنیا محدود و قید خانہ میں ہے، بالکل نیا ہے، خداوند عالم نے اُس عدالت کا ایک چھوٹا سا نمونہ اسی دنیا میں ہم کو عطا کیا ہے جس کا نام ضمیر کی عدالت ہے۔ لیکن ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ ہم نے ... کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

اس مسئلہ پر زیادہ وضاحت سے بیان پیش کرتے ہیں:

انسان جس اعمال کو انجام دیتا ہے اس کا حساب چند عدالتوں میں ہوتا ہے۔

پہلی عدالت اور اسکی خصوصیات

سب سے پہلی عدالت یہی معمولی انسانی عدالتیں ہیں۔ البتہ اپنی تمام کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ اگرچہ انھیں معمولی عدالتوں کا وجود جرائم کی تخفیف کے لئے کافی حد تک اثر انداز ہوتا ہے لیکن ان عدالتوں کی بنیاد اور اصلیت ایسی ہے کہ ان سے مکمل انصاف کی امید نہیں کیجا سکتی۔

اس لئے کہ اگر ان عدالتوں میں غلط قوانین اور غیر منصب جج جگہ لیں تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ رشوت خوریاں، پارٹی بازیاں، خصوصی تعلقات، سیاسی بازیگری اور ہزاروں دوسری خرابیاں ان عدالتوں پر ایسی اثر انداز ہوجاتی

ہیں کہ کہنا درست ہوگا کہ ان کا نہ ہونا ان کے وجود سے بہتر تھا کیوں کہ ان کے وجود سے ظالموں کے غلط مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

اور اگر ان عدالتوں کے قوانین منصفانہ اور ان کے جج ہوشیار اور با تقویٰ بھی ہوں تب بھی بہت سے مجرم ایسے ہیں جو اس طرح ماہرانہ عمل کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے جرم کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔

اور یا یہ مجرم کچھ اس طرح سے اپنی فائل اور مقدمہ کو مرتب کرواتے ہیں اور عدالت میں جوڑ توڑ لگاتے ہیں کہ جج کے دست و بازو باندھ دیتے ہیں اور قوانین کو بے اثر کر دیتے ہیں۔

دوسری عدالت اور اسکی خصوصیات

دوسری عدالت جو اس عدالت سے زیادہ بہتر اور صحیح ہے "وہ جزائے اعمال" کی عدالت ہے۔

ہمارے اعمال اثر رکھتے ہیں جو کم یا زیادہ مدت میں ہمارے دامن کو پکڑ لیتے ہیں۔

اگر اسے ہم ایک عام اصول کے طور پر نہ بھی مانیں تب بھی کم از کم بہت سے موقعوں پر یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے۔

ہم نے ایسی حکومتیں دیکھی ہیں جن کی بنیادیں ظلم و جور و ستم پر تھیں اور ان سے جو بن پڑا انھوں نے کیا لیکن بالآخر انھوں نے جو جال بُنا تھا اسی میں پھنس گئیں۔ اور ان کے عمل کے ردعمل نے ان کے دامن کو پکڑ لیا اور اس طرح گر گئیں اور نابود ہو گئیں کہ ان کے آثار بجز لعن و نفرین کے باقی نہ رہ گئے۔

چونکہ عمل کی جزا و سزا علت و معلول اور ظاہری پیوندوں سے مربوط ہے اس لئے کم ہی ممکن ہے کہ کوئی شخص جوڑ توڑ کر کے اس کے چنگل سے بچا رہے.

اس عدالت میں جو نقص فقط پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عدالت عمومی اور عالمی نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ ہم کو قیامت کی اس عظیم عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی ہے.

تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے

تیسری عدالت جو اس دوسری عدالت سے بھی زیادہ دقیق اور صحیح ہے۔ یہ "ضمیر" کی عدالت ہے.

جسطرح نظام شمسی اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ایک "ایٹم" میں سمٹ گیا ہے اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ ضمیر کی عدالت بھی قیامت کی عدالت کا ایک نمونہ ہے جو خود ہمارے وجود میں پایا جاتا ہے.

کیونکہ انسان کے وجود میں ایک ایسی پوشیدہ طاقت ہے جسے فلاسفہ "عقل عملی" کہتے ہیں اور قرآن مجید اسے "نفس لوامہ" کہتا ہے اور آج کے دور میں اسے "ضمیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے.

جیسے ہی اچھا یا برا کام انسان کے سامنے آتا ہے فوراً "ضمیر" کی یہ عدالت اپنا کام شروع کر دیتی ہے اور بغیر کسی شور و غل کے لیکن انتہائی صحیح اور اصولی طور پر اس مقدمہ کی سماعت شروع کرتی ہے. اور اپنے حکم کا نتیجہ سزاؤں یا جزاؤں کی صورت میں پیش کر دیتی ہے.

کبھی تو یہ عدالت مجرموں کو اندر سے کوڑے لگاتی ہے اور ان کو اسطرح

ذہنی شکنجوں میں جکڑ لیتی ہے کہ وہ موت کا کھلی آغوش کے ساتھ استقبال کرتے ہیں اور اس کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے وصیت نامہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اگر ہم نے خودکشی کا اقدام کیا تو یہ صرف ضمیر کو بےچینی سے نجات دلانے کیلئے تھا۔

اور کبھی یہ عدالت انسان کو ایک اچھے کام کے لئے اسطرح شوق دلاتی ہے کہ اسے وجد و سرور سے سرشار کردیتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر کی گہرائیوں میں سکون محسوس کرتا ہے ایک ایسا دلفریب ناقابل تعریف اور لذت سے بھرپور سکون جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ضمیر کی عدالت کے بعض امتیازات

یہ عدالت بعض امتیازات وخصوصیات کی حامل ہے:

۱۔ اس عدالت میں جج، گواہ، حکم جاری کرنے والا اور تماشائی سب ایک ہی ہے۔ وہی ضمیر کی طاقت ہے جو گواہی دیتی ہے فیصلہ کرتی ہے اور اس کے بعد آستین اوپر چڑھاتی ہے اور اپنا حکم جاری کرتی ہے!

۲۔ شور شرابے سے بھرپور عام عدالتوں کے برخلاف جن میں کبھی کبھی ایک مقدمہ کی کاروائی میں کئی سال لگ جاتے ہیں، اس عدالت کا فیصلہ برق رفتاری سے ہوتا ہے۔ اور عام طور پر اس میں وقت درکار نہیں ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جرم کے ثبوت کے ثابت ہونے کے لئے اور ضمیر کی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے ہٹانے کے لئے کچھ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ثبوت فراہم ہوتے ہی اس عدالت کا حکم فوری اور

واضح ہوتا ہے۔

۳۔ اس عدالت کا حکم آخری ہوتا ہے اور اس میں دوسری عدالت، اپیل اور سپریم کورٹ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ عدالت صرف سزا ہی نہیں دیتی بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنیوالوں کو جزا بھی دیتی ہے۔ اس بنا پر یہ عدالت ایسی ہے جس میں اچھے اور برے لوگوں کا فیصلہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے تناسب سے جزا و سزا پاتے ہیں۔

۵۔ اس عدالت کی سزائیں عام عدالتوں کی سزاؤں سے بالکل مشابہ نہیں ہوتیں۔ بظاہر نہ تو اس میں قید کی سزا ہوتی ہے، نہ کوڑے پڑتے ہیں نہ پھانسی کا تختہ ہوتا ہے اور نہ آگ میں جلایا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی اس عدالت کی سزا اس طرح اندر اندر جلاتی ہے اور ایسے قید خانے میں ڈال دیتی ہے کہ دنیا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ تنگ ہو جاتی ہے بلکہ کسی خوفناک و وحشتناک قید خانے کی کوٹھری سے بھی زیادہ تنگ ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ ضمیر کی عدالت اس دنیا کی عدالتوں کی طرح نہیں کیونکہ یہ تو قیامت کی عدالت کی مانند ایک عدالت ہے۔

اس عدالت کی عظمت اس حد تک ہے کہ قرآن اس کے نام کی قسم کھاتا ہے اور اس ضمیر کی عدالت کو قرآن قیامت کی عدالت کے پہلو بہ پہلو رکھتا ہے اور کہتا ہے: لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ (میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور (برائی پر) ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں (کہ تم سب دوبارہ) ضرور زندہ کئے جاؤ گے۔ کیا انسان یہ

خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو (بوسیدہ ہونے کے بعد) جمع نہ کریں گے، ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں۔ (۱)

* * *

ضمیر کی عدالت کے بعض نقائص

البتہ ان تمام خصوصیات کے باوجود یہ ضمیر کی عدالت بھی چونکہ دنیاوی ہے اس لئے بعض نقائص رکھتی ہے اور ہم کو قیامت کی عدالت سے بے نیاز نہیں کرتی اس لئے کہ:

۱۔ ضمیر کی عدالت ہر چیز کی شناخت نہیں کر پاتی اور یہ ہر انسان کی عقل و فکر و تشخیص کے تناسب سے ہوتی ہے۔

۲۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ماہر دھوکے باز انسان اپنے ضمیر کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے اور ایک طرح سے اپنے ضمیر کے خلاف چال چل سکتا ہے۔

۳۔ کبھی کبھی بعض گنہگاروں کے ضمیر کی آواز اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ان کے کانوں تک نہیں پہونچتی۔

اور اس طرح سے ایک چوتھی عدالت یعنی قیامت کے دن کی عظیم عدالت کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

---

(۱) سورۂ قیامت۔ آیات ۱ سے ۴ تک۔

سوچئے اور جواب دیجئے !

۱۔ دراصل انسان کا کتنی عدالتوں میں فیصلہ ہوتا ہے ؟
۲۔ پہلی عدالت اور اس کی خصوصیات کیا ہیں ؟
۳۔ دوسری عدالت کی کیا خصوصیات ہیں ؟
۴۔ تیسری عدالت کن خصوصیات کی حامل ہے ؟
۵۔ ضمیر کی عدالت کے امتیازات اور نقائص بیان کیجئے ۔

چوتھا سبق

قیامت

فطرت کی تجلّی گاہ میں

- بقاء سے محبت۔
- قدیم قوموں کے درمیان روزِ حشر کا عقیدہ۔
- باطنی محکمہ کا وجود اور قیامت کا فطری ہونا۔
- سوچئے اور جواب دیجئے۔

عام طور پر کہتے ہیں کہ خود شناسی انسان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہے۔ اور اگر ہم ایک باخبر اور بے خبر انسان کے ضمیر کے بارے میں سوچیں تو ہمیں اس بات کا پتہ چلے گا کہ اس کا ربط ایک ماوراء الطبیعات مبداء (آغاز) سے ہے کہ جس نے علم و منصوبہ بندی اور خاص مقصد کے تحت اس دنیا کو خلق کیا ہے۔

لیکن یہ توحید اور خدا کی معرفت کے مسئلہ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام دین کے بنیادی اصول و فروع فطرت میں موجود ہونا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو "شریعت" اور خلقت میں ضروری ہم آہنگی نہ ہوگی۔ (غور کیجئے!)۔

ہم اگر اپنے دل کو ٹٹولیں اور اپنی روح وجان کی گہرائیوں میں غور کریں تو یہ آواز ہمارے ضمیر کے کانوں میں سنائی دے گی کہ زندگی کا خاتمہ موت پر نہیں ہوتا بلکہ موت عالم بقا میں جانے کا ایک دروازہ ہے!

اس حقیقت تک پہونچنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا چاہئے:

۱۔ بقا سے محبّت

اگر واقعاً انسان فنا اور نابودی کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ فنا کا عاشق ہو اور اپنی عمر کے خاتمہ کے وقت موت سے لذت محسوس کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موت (بمعنیٰ نابودی) کا قیافہ انسان کے لئے کسی دور میں

بھی نہ صرف خوش آیند نہیں ہے بلکہ وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ موت سے کتراتا ہے۔

طویل عمر کے پیچھے بھاگنا، جوانی باقی رکھنے کی اکسیر دواؤں کا معلوم کرنا، آبِ حیات کی تلاش، یہ سب باتیں اسی حقیقت کا پتہ دیتی ہیں۔

یہ بقاء سے عشق و محبت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ہم بقاء کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اگر ہم فنا کے لئے پیدا کئے گئے ہوتے تو بقا سے یہ عشق و محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

تمام بنیادی محبتیں جو ہم میں ہیں وہ ہمارے وجود کی تکمیل کرتی ہیں۔ بقا کے لئے محبت بھی ہمارے وجود کی تکمیل کرنے والی ہے۔

یہ مت بھولئے کہ ہم قیامت کے موضوع پر خداوند حکیم و دانا کے وجود کو ماننے کے بعد بحث کر رہے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اس نے جو بھی ہماری ذات میں پیدا کیا ہے وہ ایک مخصوص وجہ سے ہے اور اسی لئے انسان کی بقا سے محبت و الفت کی بھی ایک خاص وجہ ہونا چاہئے اور یہ سبب اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کے وجود کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

۲ ــــ قدیم قوموں کے درمیان روزِ حشر کا عقیدہ

جس طریقے سے انسانی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ پرانی قوموں کے درمیان بہت پرانے زمانے سے ہی کلی طور پر مذہب کا وجود تھا اسی طرح سے یہ بات بھی واضح رہے کہ قدیم ترین ایام سے انسان کا "موت کے بعد کی زندگی" پر عقیدہ تھا۔

پرانے زمانے کے انسانوں یہاں تک کہ تاریخ سے قبل کے دور کے انسانوں کے جو آثار باقی رہ گئے ہیں، خاص طور پر مُردوں کے لئے قبروں کی بناوٹ اور مُردوں کے دفن کرنے کا ڈھنگ یہ سبھی اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ وہ لوگ موت کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھتے تھے۔

اس عقیدہ کو جس کی جڑیں ہمیشہ انسانی وجود میں رہیں، معمولی نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ ہی اس عقیدہ کو ان لوگوں کی محض ایک عادت یا مسلسل یاد دہانیوں کا نتیجہ تصور کیا جاسکتا ہے۔

ہم جب کبھی کوئی عقیدہ ایسا پاتے ہیں جس کی جڑیں دور تک اور تاریخ کے طولانی دور میں انسانی معاشروں میں ہوں تو ہمیں چاہئے کہ اسے اس عقیدہ کو فطری ہونے کی نشانی سمجھیں کیونکہ صرف فطرت اور سرشت ہی گذرتے ہوئے زمانے اور معاشرتی اور فکری ماحول کا مقابلہ کرسکتی ہے اور اپنی جگہ پر باقی رہ سکتی ہے۔ ورنہ عادات و رسومات اور نصیحتیں زمانے کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔

مثلاً ایک خاص قسم کا لباس پہننا یا تو عادت ہے یا آداب و رسومات کا جزو ہے اس لئے ماحول کے بدلنے یا وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے۔

لیکن اولاد کے لئے ماں کی محبت ایک فطری و طبیعی اور باطنی چیز ہے لہٰذا نہ تو ماحول کی تبدیلیاں اس محبت کے شعلے کو ماند کرتی ہیں اور نہ ہی گذرتے ہوئے زمانے کی گرد و غبار نسیاں پر جمتی ہے۔ اور یہ باطنی کشش جو ہر صورت میں باقی رہتی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ محبت انسان کی فطرت اور طبیعت میں داخل ہے۔

جب دانشور یہ کہتے ہیں: صحیح تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے کے انسانی قبیلے ایک قسم کے مذہب کو مانتے تھے. کیونکہ وہ اپنے مردوں کو ایک مخصوص طریقہ سے دفن کرتے تھے اور ان کے کام کرنے کے اوزاروں کو ان کے پہلو میں رکھ دیتے تھے. اور اس طریقہ سے وہ دوسری دنیا کے وجود پر اپنے عقیدہ کے بارے میں ثبوت بہم پہونچاتے تھے. (۱)

ہم بخوبی اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ یہ قومیں موت کے بعد کی زندگی کو مانتی تھیں خواہ اس عقیدہ کی راہ میں ان کی رفتار غلط ہی کیوں نہ رہی ہو۔ اور یہ قومیں یہ نصیحت کرتی تھیں کہ وہ زندگی بھی بالکل اسی دنیاوی زندگی کیطرح ہے اور اس کیلئے بھی یہی اوزار اور آلات ضروری ہیں.

۳۔ باطنی محکمہ یا ضمیر کا وجود قیامت کے فطری ہونے کی دوسری دلیل ہے.

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں سب بخوبی اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ہماری باطنی عدالت ہمارے اعمال کی نگرانی کرتی ہے. یہ عدالت نیکیوں کے لئے اس طرح جزا دیتی ہے کہ ہم باطنی طور پر ایک سکون کا احساس کرتے ہیں اور ہماری روح ایک ایسی مسرت اور خوشی سے سرشار ہو جاتی ہے کہ جس کو نہ تو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ قلم ہی اس کی تعریف کر سکتا ہے.

(۱) جامعہ شناسی (کنگ)۔ صفحہ ۱۹۲

اور یہ باطنی عدالت برے کاموں کے لئے خاص طور پر گناہان کبیرہ کے لئے اس طرح سزا دیتی ہے کہ انسان کی زندگی تلخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے ایک بڑے ظلم مثلاً قتل کا ارتکاب کیا اور عدالت کے چنگل سے بچنے کے لئے فرار کرنے کے بعد رضا کارانہ طور پر آئے اور خود کو عدالت کے سپرد کر کے پھانسی کے تختے کے لئے پیش کر دیا۔ اور اس اقدام کی وجہ انھوں نے اپنے ضمیر کے شکنجے سے رہائی حاصل کرنا بتائی۔

انسان اسی باطنی عدالت کا مشاہدہ کر کے خود سے سوال کرتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تو ایک چھوٹی سی مخلوق ہوتے ہوئے بھی ایک ایسی عدالت کا حامل ہوں لیکن ایک بڑی دنیا اور جہان آفرینش کے لئے اس کے تناسب سے کوئی عدالت نہ ہو!

اور اس طرح سے انسان تین طریقوں سے قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر اعتقاد کے فطری ہونے کی توثیق کر سکتا ہے:

- بقا سے محبت کے ذریعہ
- طویل انسانی تاریخ میں اس روز حشر کے عقیدہ کے وجود کے ذریعہ
- اور انسان میں موجود ضمیر کی عدالت کی ایک چھوٹی سی مثال کے ذریعہ

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ فطری اور غیر فطری امور میں فرق کیونکر معلوم کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ انسان کی بقا سے محبت کی کیا وجہ ہے اور اس کی بقا سے یہ محبت قیامت کے فطری ہونے کی دلیل کیونکر ہے؟

۳۔ کیا پہلے کی قومیں بھی قیامت پر ایمان رکھتی تھیں؟ ثبوت پیش کیجئے۔

۴۔ مضبوط ضمیر کیونکر ہماری تشویق یا ملامت کرتا ہے؟ مثالوں سے اس کی تشریح کیجئے۔

۵۔ ضمیر کی عدالت اور قیامت کی عظیم عدالت میں آپس میں کیا رابطہ ہے؟

Subhan Allah

پانچواں سبق

قیامت
اور
انصاف کا ترازو

- تمام آسمان و زمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں ۔
- اختیار اور ارادہ کی آزادی ۔
- سوچیے اور جواب دیجیے ۔

تمام آسمان وزمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں

معمولی سے غور وفکر کے بعد ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کے نظام اور آفرینش کے قوانین میں سب جگہ ایک خاص قانون کا دور دورہ ہے اور ہر چیز اپنی جگہ مناسب طور پر قائم ہے۔

انسان کے بدن میں بھی یہ عادلانہ نظام اس قدر دلچسپ طریقہ سے قائم ہے کہ اس میں ایک معمولی سی ناموزوں تبدیلی ہی انسان کی بیماری یا موت کا سبب بن جاتی ہے۔

مثال کے طور پر آنکھ، دل اور دماغ کی طرز ساخت میں ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر اور ضروری حد تک ہے۔ یہ انصاف ونظم محض انسانی جسم کی طرز ساخت میں ہی نہیں بلکہ تمام کائنات میں موجود ہے جس کی بنا پر کہا گیا ہے:

بالعدل قامت السموات والارض (تمام آسمان وزمین انصاف کی بنیادوں پر قائم ہیں)۔

اس کائنات کا ایک "ایٹم" (ذرّہ) اس قدر چھوٹا ہے کہ ان کی کروڑوں کی تعداد ایک سوئی کی نوک پر آجاتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ کروڑوں سال تک رہنے والے ان کے وجود کے لئے ان کی طرز ساخت کس قدر صحیح اور منظم ہونی چاہئے!

یہ اسی عدالت اور انتہائی صحیح نظام کی بناء پر الیکٹروں (ELEC TRONS) اور پروٹروں (PROT RONS) کا (ایٹم میں) بالکل صحیح نظام ہے۔ اور کوئی بھی چھوٹی بڑی چیز ایسے بے نظیر نظام کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

کیا واقعاً انسان کی خلقت استثنائی تخلیق ہو سکتی ہے؟ کیا وہ اس عظیم کائنات میں ایک بے جوڑ پیوند ہے کہ وہ آزاد ہے اور جو چاہے "بدنظمی" ظلم اور ناانصافی کرتا پھرے؟ یا اس مقام پر کوئی پوشیدہ حقیقت ہے؟

اختیار اور ارادہ کی آزادی

حقیقت یہ ہے کہ انسان تمام موجودات عالم پر ایک بنیادی فوقیت رکھتا ہے اور وہ اس کے "ارادے اور اختیار کی آزادی" ہے۔

خدا نے اس کو آزاد کیوں پیدا کیا ہے؟ اور کیوں اس کو قوت فیصلہ عطا کی ہے کہ وہ جو کام چاہے انجام دے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان کو آزاد پیدا نہ کیا گیا ہوتا تو وہ ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس کا یہی عظیم امتیاز اس کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کا ضامن ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو تلوار کی نوک پر زبردستی کمزوروں کی مدد کرنے پر اور معاشرہ کے مفید کاموں کے لئے مجبور کیا جائے تو یہ اچھے کام انجام تو پائیں گے لیکن ان کاموں سے اس شخص کا، جس نے یہ کام انجام دیئے۔ کوئی بھی اخلاقی اور روحانی ارتقاء نہیں ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر کوئی شخص خود اپنی خواہش اور ارادے سے ان کاموں کا ایک فیصد حصہ بھی انجام دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اسی مناسبت سے اس نے اپنے روحانی اور اخلاقی کردار کی تکمیل کی راہ میں قدم بڑھایا ہے۔

اس بناء پر انسان کی روحانی اور اخلاقی تکمیل کے لئے پہلی شرط اس کے ارادے اور اختیار کی آزادی ہے تاکہ وہ خود اپنے پیروں سے اس راستہ پر

گامزن ہو نہ کہ کسی مجبوری کے بنا پر۔ اور اگر خداوند عالم نے انسان کو یہ عظیم نعمت بخشی ہے تو یہ صرف اسی ارتقاء معنوی و اخلاقی اعلیٰ مقصد حاصل کرنے کیلئے ہے۔

لیکن یہ عظیم نعمت پھولوں کی نعمت کی مانند ہے کہ اس کے نزدیک کانٹے بھی اگتے ہیں اور یہ انسانوں کی ارادہ اور اختیار کی آزادی سے غلط فائدہ اٹھانا ہے۔ اور اس کا ظلم و فساد و گناہ سے آلودہ ہونا ہے۔

البتہ خدا کے لئے یہ امر بالکل مشکل نہ تھا کہ جیسے ہی انسان ظلم و ستم کے نزدیک اپنے ہاتھ لاتا فوراً خدا اس کو ایک ایسی آفت میں مبتلا کر دیتا کہ پھر ایسے کام کا خیال ہی اس کے دماغ میں نہ آتا۔ اس کا ہاتھ شل ہو جاتا، اسکی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی اور یا اسکی زبان گنگ ہو جاتی۔

یہ صحیح ہے کہ اس حالت میں کوئی شخص کبھی اس آزادی سے غلط فائدہ نہ اٹھاتا اور گناہ کی تلاش میں نہ جاتا لیکن اس کا یہ تقویٰ اور پرہیزگاری درحقیقت محض مجبوراً ہوتی اور کسی حیثیت سے بھی انسان کے لئے قابل افتخار نہ ہوتی بلکہ دراصل یہ پرہیزگاری صرف فوری طور پر، بغیر کسی وقفہ کے، شدید سزاؤں کے دئے جانے کے ڈر سے ہوتی۔

لہذا انسان کو چاہئے کہ ہر حال میں مختار اور آزاد ہو۔ اور اللہ کے طرح طرح کے امتحانات کے لئے تیار رہے۔ اور علاوہ بعض استثنائی مواقع کے تمام فوری سزاؤں سے محفوظ رہے تاکہ اپنے بیش قیمت وجود کا ثبوت دے سکے۔

لیکن اس مقام پر ایک بات رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حالات یہی رہیں اور ہر شخص ایک راہ اختیار کرے تو پروردگار عالم کی عدالت کا

قانون، جو تمام کائنات پر نافذ ہے، ناقص رہ جائے گا۔

اسی موقع کے لئے ہم یقین کرتے ہیں کہ انسان کے لئے ایک عدالت معین کی گئی ہے جس میں سب ہی بغیر کسی استثناء کے حاضر ہوں گے اور اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے۔ اور اس کائنات کی عام عدالت سے وہ اپنے انصاف کا حصہ حاصل کریں گے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ نمرودوں، فرعونوں، چنگیزوں اور قارونوں کا ظلم و ستم ایک زمانہ تک جاری رہے اور ان کے اعمال کا کوئی حساب و کتاب نہ ہو؟

کیا یہ ممکن ہے کہ مجرمین اور پرہیزگار افراد پروردگار عالم کی میزان عدالت میں یکساں ہوں؟۔

اور جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے: أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ (تو کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمان کے برابر کر دیں گے؟ (ہرگز نہیں) تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو کیا حکم لگاتے ہو؟)

(سورۂ قلم۔ آیات ۳۵ و ۳۶)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝
"کیا ہم پرہیزگاروں کو مثل بدکاروں کے بنا دیں؟"

(سورۂ ص۔ آیت ۲۸)

یہ صحیح ہے کہ بدکاروں کے ایک گروہ کو اسی دنیا ہی میں اپنے اعمال کا بدلہ مل جاتا ہے یا اس کا کچھ حصہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔

اور یہ صحیح ہے کہ ضمیر کی عدالت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ گناہ و ظلم و ستم کے ردِّ عمل اور ناانصافیوں کے خراب نتیجے کبھی کبھی انسان کے دامن کو خود ہی پکڑ لیتے ہیں۔

لیکن ہم اگر صحیح طریقے سے غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان تینوں باتوں میں سے کوئی بھی مکمل اور عمومی نہیں ہے جو ہر ظالم اور گنہگار کو ٹھیک ٹھیک اس کے ظلم و گناہ کی مناسبت سے سزا دے سکے۔ اور کتنے ہی اشخاص ایسے ہیں جو اعمال کی سزا کے چنگل سے، ضمیر کی سزاؤں سے اور اپنے خراب اعمال کی تصویروں سے فرار کر جاتے ہیں یا صحیح حد تک سزا نہیں پاتے۔

بس ضروری ہے کہ ایسے افراد کے لئے اور سب کے لئے ایک ایسا محکمہ اور عدالت ہو جس میں سوئی کی نوک کے برابر بھی اچھے یا برے کام کا محاسبہ ہو سکے ورنہ صحیح صحیح انصاف کی حفاظت نہ ہو سکے گی۔

اس بناء پر "پروردگار عالم کے وجود" اور "اس کی عدالت" کو اور "قیامت کے وجود" کو ماننا یکساں ہے۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ تمام آسمانوں اور زمین میں کس طرح عدل قائم ہے ؟

۲۔ انسان کو "ارادہ اور اختیار کی آزادی" کی نعمت کیوں دی گئی ہے ؟

۳۔ اگر اس دنیا میں بدکردار افراد کو اپنے اعمال کی فوری اور شدید سزا مل جایا کرتی تو کیا ہوتا ؟

۴۔ اعمال کی سزائیں 'ضمیر کی عدالت' اور خراب اعمال کی تصویریں کیوں ہمیں قیامت کی عدالت سے بے نیاز نہیں کرتیں ؟

۵۔ عدالتِ پروردگار اور قیامت میں کیا رابطہ ہے ۔

امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان ایبٹ آباد
خامنہ ای خمینی دیگر است
ولایتش ولایت حیدر است

چھٹا سبق

بار بار ہم نے قیامت اسی دنیا میں دیکھی ہے

- مشرکین مسئلہ قیامت پر کیوں تعجب کرتے ہیں ؟
- قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا .
- غور و فکر کے بعد جواب دیجئے .

مشرکین قیامت کے مسئلہ پر تعجب کیوں کرتے ہیں؟

قرآن کی آیتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ بت پرست افراد اور اسی طرح تمام کفار نہ صرف پیغمبرؐ کے زمانے میں بلکہ دوسرے زمانوں میں بھی قیامت اور موت کے بعد زندہ ہونے کے مسئلہ پر تعجب کیا کرتے تھے اور اس سے وحشت زدہ رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس مسئلہ پر گفتگو کو پاگل پن سے تعبیر کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۝ (اور کفار) (مسخرے پن سے باہم) کہتے تھے کیا ہم تمہیں ایسا آدمی (محمدؐ) بتادیں جو تم سے بیان کرے گا کہ جب تم (مر کر سڑ گل جاؤ گے اور) بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو تم یقیناً ایک نئے وجود میں آؤ گے۔ کیا اس شخص (محمدؐ) نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہوگیا ہے۔)

(سورہ سبا۔ آیت ۷ و ۸)

ہاں! اس زمانے میں ناسمجھی اور کوتاہ نظری کی بنا پر موت کے بعد کی دنیا (آخرت) اور مردوں کے زندہ ہونے پر عقیدہ ایک طرح کا پاگل پن یا خدا پر بہتان تراشی سمجھی جاتی تھی۔ اور بے جان مادہ سے دوبارہ زندگی کے وجود میں آنے کے عقیدے کو جنون آمیز خیال کیا جاتا ہے۔

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن نے ایسے غلط خیالات کے خلاف بہت سے استدلال پیش کئے ہیں جن سے عام انسان اور بڑے بڑے مفکرین سب ہی اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق مستفید ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ اس مسئلہ پر قرآن کی سبھی دلیلوں کی تشریح کے لئے ایک مستقل کتاب کی تالیف کی ضرورت ہے مگر یہاں پر اس کے صرف بعض گوشوں پر ہی اکتفا کی جاتی ہے:

قرآن اور موت کے بعد زندہ ہونا

(۱) کبھی قرآن ان غلط خیالات رکھنے والوں سے کہتا ہے: "تم برابر اپنی آنکھوں سے روزمرہ کی زندگی میں ہی حشر کے میدانوں کو دیکھتے ہو کہ کس طرح موجوداتِ عالم فنا ہو جاتے ہیں اور پھر دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں پھر بھی تم قیامت کے مسئلہ میں شک کرتے ہو اور اس کی تردید کرتے ہو؟!"

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ : "اور خدا ہی (وہ قادر و توانا ہے) جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو ہوائیں بادلوں کو اڑائے اڑائے پھرتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو مردہ (افتادہ) شہر کی طرف ہنکا دیتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد شاداب کر دیتے ہیں۔ یوں ہی (مردوں کو قیامت میں) جی اٹھنا ہوگا۔"

(سورۂ فاطر۔ آیت ۹)

موسم سرما (برف باری کے موسم میں) اگر ہم چہرۂ فطرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر جگہ موت طاری ہوتی ہے۔ تمام درخت مکمل طور پر پتیوں پھولوں اور پھلوں سے خالی ہوتے ہیں۔ اور درختوں کی خشک شاخیں بغیر کسی حس و حرکت کے اپنی جگہ پر باقی رہتی ہیں۔ نہ پھول مسکراتے ہیں اور نہ کلیاں چٹکتی ہیں اور نہ ہی کوہ و بیابان میں کوئی جنبشِ حیات نظر آتی ہے۔

لیکن بہار کی فصل آتے ہی ہوا نرم و نازک و لطیف ہو جاتی ہے۔ بارش کے حیات بخش چھینٹے پڑتے ہی ایکبارگی ساری فطرت میں ایک جنبش ظاہر ہوتی ہے مختلف قسم کی گھاسیں اگتی ہیں۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ کلیاں اور پھول نظر آنے لگتے ہیں، پرند درختوں پر ڈیرہ جماتے ہیں۔ اور تمام فطرت میں ایک شورِ محشر بپا ہو جاتا ہے۔

اگر موت کے بعد زندگی کا تصور نہ ہوتا تو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے ہر سال یہ منظر نہ دیکھا کرتے۔ اگر موت کے بعد حیات ایک امرِ محال اور ایک جنون آمیز بات ہوتی تو یہ قابل درک منظر ہماری آنکھوں کے سامنے بار بار نہ آتا۔

مردہ زمین کے زندہ ہونے اور جاگ اٹھنے میں یا انسان کے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں فرق ہی کیا ہے؟

* * *

(۲) کبھی قرآن ان غلط خیالات رکھنے والوں کے ہاتھ پکڑتا ہے، ان کو تخلیق و آفرینش کے ابتدائی دور میں لے جاتا ہے، آفرینش کے ابتدائی دور کی یاد دلاتا ہے اور اس صحرائی عرب سے، جو بوسیدہ ہڈیوں کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں لاتا ہے اور کہتا ہے: "اے محمد! کون ہے جو ان

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہو ؟ ہم کو بتاؤ کون ہے جو اس کام کو انجام دے سکتا ہے ؟ !" اور وہ عرب یہ خیال کرتا ہے کہ میں تو قیامت کے مسئلہ کے خلاف ایک دندان شکن دلیل اپنی مٹھی میں لیکر آیا ہوں۔

قرآن پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے : قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ: "(اے رسول !) تم کہدو کہ اس کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو (جب یہ کچھ نہ تھے) پہلی مرتبہ خلق کیا تھا۔

(سورۂ یٰسین - آیت ۷۹)

پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے میں فرق ہی کیا ہے ؟

اور اسی لئے قرآن مجید دوسری آیتوں میں ایک بہت ہی مختصر اور پر معنی جملہ میں ارشاد فرمایا ہے : كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ؕ : "جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح) دوبارہ (پیدا) کر چھوڑیں گے۔"

(سورۂ انبیاء - آیت ۱۰۴)

کبھی قرآن ان غلط خیالات رکھنے والوں کو خدا کی زمین اور آسمان کو خلق کرنے کی عظیم قدرت کی یاد دلا کر کہتا ہے : أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ : "(بھلا) جس (خدا) نے سارے آسمان اور زمین پیدا کئے کیا وہ اس پر قابو نہیں رکھتا کہ ان کے مثل (دوبارہ) پیدا کر دے۔ ہاں (ہاں ضرور قابو رکھتا ہے) اور وہ تو پیدا کرنے والا واقف کار ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کو (پیدا کرنا) چاہتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ "ہو جاؤ" تو (فوراً) ہو جاتی ہے۔"

(سورۂ یٰسین - آیت ۸۱ اور ۸۲)

وہ لوگ جنھوں نے ان قیامت کے مسائل کی تردید کی وہ ایسے افراد تھے جنکی کوتاہ نظر اپنی چھوٹی سی چہار دیواری سے کبھی باہر نہیں گئی۔ ورنہ وہ یہ سمجھ لیتے کہ دوبارہ زندہ کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس خدا کی قدرت کے آگے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔

(۴) کبھی قرآن غلط خیالات رکھنے والوں کی نظروں کے سامنے قوتوں (ENERGIES) کے حشر کا منظر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ "جس نے تمہارے واسطے ہرے درخت سے آگ پیدا کردی (وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسانوں کو موت کے بعد زندہ کردے) پھر تم اس سے (اور) آگ سلگا لیتے ہو"۔

(سورۂ یٰسٓ۔ آیت ۸۰)

جس وقت ہم قرآن کی اس عجیب تعبیر پر غور کرتے ہیں اور آج کے جدید علوم کا سہارا لیتے ہیں تو یہ علم ہمیں یہ بتاتا ہے: جس وقت ہم کسی درخت کی لکڑی کو جلاتے ہیں اور اس سے جو آگ ہم کو حاصل ہوتی ہے، یہ حرارت اور گرمی سورج کی وہی قوت (ENERGY) حرارت اور روشنی ہے جو سالہا سال کے عرصۂ دراز سے اس درخت میں جمع ہو رہی تھی۔ ہم خیال کرتے تھے کہ اس سوکھے درخت کی لکڑی میں وہ روشنی اور گرمی مردہ اور نابود ہو چکی ہے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ جلانے پر اس میں جان آجاتی ہے اور وہ لکڑی ایک حیاتِ تازہ کا لباس زیب تن کرتی ہے۔

کیا اس خدا کے لئے، جو یہ قدرت رکھتا ہے کہ درخت کے جسم میں سورج کی روشنی اور حرارت کو دسیوں سال تو اکٹھا کرے اور ایک ہی لمحہ میں ساری کی ساری

حرارت کو اس سے خارج کر دے، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا ایک مشکل کام ہے؟ (۱)

بہر حال ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کیسے مدلّل اور واضح بیان سے ان لوگوں کو، جو قیامت کے مسئلہ میں شک کرتے ہیں یا اس کی تردید کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں بعض تو اس مسئلہ پر گفتگو کو پاگل پن سمجھتے ہیں، منہ توڑ جواب دیتا ہے۔ اور مسئلہ قیامت کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے۔ ہم نے تو یہاں اس بیان کے بعض گوشوں کا ہی ذکر کیا ہے۔

---

(۱) توجہ فرمائیے کہ علم سائنس کے اعتبار سے محض ہرے درخت ہی سورج کی روشنی سے کاربونک گیس (CARBONK GAS) حاصل کر کے اس کا تجزیہ کرتے ہیں اور کاربن (CARBON) کو تو خود اپنے لئے رکھ لیتے ہیں اور آکسیجن (OXYGEN) کو علیحدہ اور آزاد کر دیتے ہیں۔ اور سورج کی طاقت (ENERGY) کو بھی کاربن کے ساتھ اپنے لئے جمع کر لیتے ہیں۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ مشرکین قیامت کے مسئلہ پر تعجب کیوں کرتے تھے؟

۲۔ کیونکر ہمیں سال بھر مختلف قسم کی سبزیوں کی دنیا میں ایک حشر کا میدان نظر آتا ہے؟

۳۔ قرآن مجید نے اپنی بعض آیتوں میں شکم مادر میں بچہ کی زندگی کو قیامت کے لئے ثبوت کے طور پر کیوں پیش کیا ہے؟

۴۔ قوتوں کے حشر سے کیا مراد ہے؟

۵۔ قیامت کے مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید نے ہرے درخت "الشجر الاخضر" کا سہارا کیوں لیا ہے؟

ساتواں سبق

قیامت اور تخلیق کا فلسفہ

- خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا ؟
- آیا یہ دنیاوی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے ؟
- سوچئے اور جواب دیجئے۔

خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا ؟

اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے ہمیں کیوں خلق کیا ہے ؟
اور کبھی وہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دراصل اس عظیم دنیا کی تخلیق کا فلسفہ کیا ہے ؟

باغبان ایک درخت کو پھل حاصل کرنے کے لئے لگاتا ہے اور وہ زمین کو تخم ریزی کے لئے تیار کرتا ہے اور اس میں بیج بوتا ہے تخلیق کے باغبان نے ہم کو کیوں خلق کیا ہے ؟

کیا خدا کے پاس کسی چیز کی کمی تھی جسے ہماری تخلیق سے پورا کرتا ہے ؟ اس صورت میں اس (بے نیاز) کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ حاجتمند ہو۔ لیکن نیاز مند ہونا خدا کے مقام خلاقیت اور اس کے لامتناہی وجود کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب میں بہت کچھ بیان کیا جا سکتا ہے لیکن چند جملوں میں واضح جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ :

سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ہم خدا کے صفات کا اپنی خصوصیات سے موازنہ کرتے ہیں۔ ہم چونکہ ایک محدود مخلوق ہیں اس لئے ہر کام کسی کمی کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

ہم علم حاصل کرتے ہیں تاکہ ہمارے علم کی کمی دور ہو جائے۔

ہم کسبِ معاش کرتے ہیں تاکہ ہماری مالی کمی دور ہو جائے۔

ہم حفظانِ صحت اور دوا و پرہیز اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہماری تندرستی محفوظ ہو جائے۔

خدا جو ہر اعتبار سے لامحدود ہے۔ بے نیاز ہے۔ اگر وہ کوئی کام انجام دے۔ تو اس کے کام کا مقصد اس کی ذات سے الگ تلاش کریں۔ وہ اس لئے تخلیق نہیں کرتا کہ اس سے کوئی فائدہ اٹھائے بلکہ اس کا مقصد تو تخلیق سے یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر اپنا کرم اور اپنی رحمت نازل کرے۔

وہ ایک بے انتہا چمکتے ہوئے آفتاب کی مانند ہے جس کی اپنی کوئی حاجت نہ ہو۔ بلکہ وہ تو اس لئے نور افشانی کرتا ہے تاکہ سب اس کے وجود کے نور سے بہرہ مند ہو جائیں۔ یہ اس کی لامحدود اور پُر برکت ذات کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کا ہاتھ پکڑ کر اسے تکمیل کی راہ پر آگے بڑھاتا ہے۔

عدم سے ہمارا معرض وجود میں آنا اور ہماری تخلیق ہونا ہی بذات خود تکمیل کی راہ میں ایک اہم قدم تھا۔ اور پھر خدا کی طرف سے پیغمبروں کا بھیجنا، آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور قوانین اور منصوبوں کا معین کرنا یہ سب ہماری تکمیل کی منزل تک پہونچنے کے لئے مختلف زینے ہیں۔

یہ دنیا ایک عظیم یونیورسٹی ہے اور ہم اس یونیورسٹی کے طالب علم ہیں۔ (۱)

یہ دنیا کاشت کے لئے تیار ایک جگہ ہے اور ہم اسکے کاشتکار ہیں۔ (۲)

اور یہ دنیا منافع سے بھرپور ایک تجارت کا بازار ہے اور ہم اس بازار کے تاجر ہیں۔ (۳)

---

(۱) (۲)، (۳): نہج البلاغہ میں علیؑ کے مختصر جملوں اور مشہور حدیث الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کا مفہوم و مضمون۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم انسان کی تخلیق کے لئے کسی مقصد کے قائل نہ ہوں؟ درانحالیکہ جب ہم اپنے اردگرد نظر ڈالتے ہیں اور مخلوقات خدا کے ذرّہ ذرّہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہر جگہ دیکھتے ہیں کہ ان کی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔

ہمارے بدن کے عجیب و غریب کارخانے کا ہر حصہ بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہماری آنکھوں کی پلکیں اور ہمارے پیروں کے تلووں کی اندر دبی ہوئی سطح (ARCH) بھی بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہمارے جسم کی عمارت کے ہر ہر حصّہ کا تو ایک مقصد ہو ہو لیکن ہمارے سارے جسم کے مجموعہ کا کوئی مقصد نہ ہو؟

اپنے وجود سے باہر آکر اگر اس عظیم دنیا کیطرف نگاہ ڈالیں تو ہم ہر چیز کو ایک مختلف مقصد کا حامل پاتے ہیں' آفتاب کی حرارت کا ایک مقصد ہے' بارش کا ایک مقصد ہے' مختلف گیسوں سے مرکب اس ہوا کا ایک مقصد ہے' لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا کی ان تمام چیزوں کا مجموعہ بلا مقصد ہو؟

حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے اس وسیع کائنات میں اس کی تخلیق کے اصل مقصد کو بتانے کے لئے ایک ایسا بڑا سا سائن بورڈ لگا ہو جسکی وسعت کی وجہ سے پہلی نظر میں کبھی کبھی ہم اس کو پڑھ نہیں پاتے' اور اس پر لکھا ہوا ہے: "تربیت اور بتدریج تکمیل"۔

★ ★ ★

آیا یہ دنیاوی زندگی ہماری خلقت کا مقصد بن سکتی ہے؟

اب جب کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد سے اجمالی طور پر آگاہ ہو گئے۔ تو یہ

مسئلہ زیر غور ہے کہ کیا ساری مشکلات و زحمات اور ناکامیوں سے بھری یہ چند روزہ دنیاوی زندگی ہماری تخلیق کا مقصد بن سکتی ہے ؟

فرض کیجیے کہ میں اس دنیا میں ساٹھ برس تک زندہ رہتا ہوں اور ساری زندگی ہر روز صبح سے شام تک اپنی روزی کمانے کے لئے جد و جہد کرتا ہوں اور شب میں تھکا ہارا گھر واپس آتا ہوں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اپنی تمام عمر میں چند ٹن غذا اور پانی استعمال کرتا ہوں اور بڑی زحمتوں اور دردسری کے بعد ایک گھر کی تعمیر کرتا ہوں اور پھر سب چھوڑ کر اس دنیا سے چلا جاتا ہوں کیا یہ مقصد اتنا اہم ہے جو مجھے رنج و غم سے بھری ہوئی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کر سکے ۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک انجینیر کسی جنگل میں ایک عظیم عمارت بنائے اور سالہا سال اس کے انتظام اور اس کی تکمیل کے لئے زحمت اٹھائے اور اس میں سارے ضروری وسائل مہیا کر دے اور جب اس انجینیر سے پوچھا جائے کہ اس سے تمہارا مقصد کیا ہے تو وہ یہ کہے : "اس تمام زحمت سے میرا مقصد یہ ہے کہ فقط ایک رہگذر جب اس راہ سے گذرے تو وہ اس عمارت میں ایک گھنٹہ استراحت کر لے "۔

تو کیا سب ہی اس کی اس بات پر تعجب نہ کریں گے ۔ اور یہ نہ کہیں گے کہ ایک راہی کے ایک گھنٹہ کے آرام کے واسطے یہ سارے انتظامات ضروری نہیں ہیں ۔

★ ★ ★

اس دلیل کی بنا پر وہ لوگ جو قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر عقیدہ نہیں رکھتے وہ اس دنیا کی زندگی کو بیکار سمجھتے ہیں ۔ اور یہ باتیں مادہ پرستوں کے درمیان زیادہ سننے میں آتی ہیں کہ اس دنیا کی زندگی بے مقصد ہے یہاں تک کہ ان

میں سے بعض لوگ کبھی کبھی اسی لئے خود کشی کر بیٹھتے ہیں کہ وہ اس دنیا کی مادی، ایک ہی طرح کی، اور بے مقصد زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

وہ چیز جو ہماری زندگی کو ایک مقصد عطا کرتی ہے اور اسے مناسب اور پُراز حکمت بناتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ زندگی دوسری دنیا (آخرت) کے لئے ایک مقدمہ بن جائے۔ اور اس زندگی کی ساری مشکلات اور اس کی تمام رنجشیں صرف ایک جاودانی زندگی کو حاصل کرنے کیلئے ہوں۔

اس موقعہ کے لئے ہم نے پہلے ایک مثال دی ہے اور وہ یہ ہے کہ: اگر وہ بچہ جو شکم مادر میں ہے کافی عقل و فہم رکھتا ہوتا اور اس سے یہ کہا جاتا: تیری اس زندگی کے بعد جو تو یہاں گذار رہا ہے آگے کچھ بھی نہیں ہے تو یقینی طور پر وہ اپنی اس زندگی پر اعتراض کرتا اور کہتا کہ اسکا کیا مقصد ہے کہ میں اس ماحول میں مقید رہوں ؟ خون کھاؤں اور بندھے ہوئے ہاتھ پیروں کے ساتھ ایک گوشہ میں پڑا رہوں اور اس کے بعد کچھ بھی نہ ہو ؟

میری اس تخلیق سے پیدا کرنے والے کا کیا مقصد تھا ؟ !

لیکن اگر اس بچہ کو یہ اطمینان دلائیں کہ تمہاری ان چند مہینوں کی جلد گذر جانے والی زندگی دنیا کی ایک طولانی زندگی کے لئے مقدمہ ہے۔ اور وہ دنیا تمہاری شکم مادر کی فضا سے زیادہ وسیع اور روشن اور پر عظمت ہے اور اس کی بہ نسبت اُس دنیا میں زیادہ مختلف اقسام کی نعمتیں ہیں تو بس اس مقام پر وہ بچہ مطمئن ہو جائے گا اور سمجھ لے گا کہ اس کی شکم مادر کی زندگی کا ایک قابلِ قدر مفہوم و مقصد ہے اور اسی وجہ سے اسے اس زندگی کی زحمتوں کو برداشت کرنا چاہئے۔

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُولٰی

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ : "اور تم نے پہلی پیدائش تو سمجھ ہی لی ہے پھر تم غور کیوں نہیں کرتے (کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کا بھی وجود ہے)"

(سورۂ واقعہ۔ آیت ۶۲)

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اپنے سارے وجود کے ساتھ آواز دیتی ہے کہ اس کے بعد ایک دوسری دنیا ہے ورنہ یہ دنیا لغو و بیکار و بے مقصد ہو جائیگی۔

ان الفاظ کو قرآن مجید کی زبانی سنئے جو ارشاد فرماتا ہے : اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ : "تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو (یونہی) بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہمارے حضور میں لوٹا کر نہ لائے جاؤ گے ؟"

(سورۂ مومنون۔ آیت ۱۱۵)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر "قیامت" جس کی تعبیر قرآن میں "خدا کی طرف لوٹ کر جانے" سے کی گئی ہے ضروری نہ ہو تو انسان کی خلقت ہی بیکار ہے۔

مختصر یہ کہ تخلیق کا فلسفہ بتاتا ہے کہ : اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا کا وجود ضروری ہے۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ خدا کے صفات کا مخلوقات کی صفات سے موازنہ کیوں نہیں کیا جا سکتا؟
۲۔ ہماری تخلیق کا کیا مقصد تھا؟
۳۔ کیا انسان کی اس دنیا کی زندگی ہی اس کی تخلیق کا مقصد ہے؟
۴۔ بچہ کی شکمِ مادر کی زندگی کا اُس کی اِس دنیا کی زندگی سے موازنہ ہم کو کن باتوں کا سبق دیتا ہے؟
۵۔ قرآن مجید اِس کائنات کی تخلیق سے آخرت کے وجود پر کیوں کر استدلال کرتا ہے؟

آٹھواں سبق

روح کی بقا

قیامت کے لئے ایک علامت ہے

- روح مادی اور الٰہی فلاسفہ کی نظر میں۔
- ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جا سکتا۔
- روح کی بیرونی فضا سے رابطہ کی خصوصیت۔
- روح کی اصلیت اور استقلال پر تجربی دلائل۔

روح مادی اور الٰہی فلاسفہ کی نظر میں

کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ انسان نے کس زمانے سے "روح" کے وجود کے سلسلہ میں سوچنا شروع کیا۔

اسی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ شروع ہی سے انسان نے اپنے اور دوسری مخلوقات کے درمیان ایک فرق محسوس کیا ہے۔ اپنے اور پتھر، لکڑی، پہاڑ اور جنگل کے درمیان ایک اور اسی طرح اپنے اور حیوانات کے درمیان فرق دیکھا ہے۔

انسان نے نیند کا مشاہدہ کیا ہے اور اسی طرح موت کی حالت کو دیکھا ہے، وہ دیکھتا تھا کہ بغیر جسم و مادہ میں کسی تغیر کے اس کی نیند اور موت کی حالت میں ایک بڑا فرق پیش آتا ہے اور اسی جگہ سے اسے یہ سمجھ میں آیا اس جسم کے علاوہ اس کے اختیار میں ایک دوسرا گوہر بھی ہے۔

اور وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ وہ حیوانات سے مختلف ہے۔ کیوں کہ وہ خود تو اپنے کاموں کے انجام دینے میں آزادی اور اختیار رکھتا ہے۔ جب کہ حیوانات کی حرکات فطری اور غیر ارادی ہوتی ہیں۔

خاص طور پر نیند کی حالت میں، اور جب کہ اس کے بدن کے حصے بے حس و حرکت ایک گوشے میں پڑے ہوئے ہوں اس وقت اس کا مناظر کا دیکھنا اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ اس باوجود پر ایک عجیب و غریب طاقت حاکم ہے جسے

"روح" کہا جاتا ہے۔

جس وقت دانشوروں نے فلسفہ کی بنیاد رکھی تو "روح" کو دوسرے مسائل کی بہ نسبت ایک اہم مسئلہ کے طور پر سامنے رکھا۔ اس کے بعد سب ہی فلاسفہ نے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا یہاں تک بعض اسلامی دانشوروں کے قول کے مطابق روح کی حقیقت اور اس سے متعلق دیگر مسائل پر ہزاروں کی تعداد میں اقوال اور نظریے بیان کئے ہیں۔ اس مقام پر بہت کچھ بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اہم ترین بات جس کا جاننا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ اس سوال کا جواب ہے کہ:

کیا روح ایک مادی چیز ہے یا غیر مادی؟ یا دوسرے معنوں میں روح خود مستقل ہے یا دماغ اور اعصاب کے طبقاتی (PHYSICAL) یا کیمیائی (CHEMICAL) اثرات کا نتیجہ ہے۔

بعض مادی فلاسفہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ روح اور روح کے مظاہر بھی مادی ہیں اور دماغ کے خواص سے ہیں اور جس وقت انسان مرتا ہے اس وقت روح ختم ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ہم ایک گھڑی پر اگر ہتھوڑی مار کر توڑیں تو اس کا کام کرنا بھی رک جائے گا۔

ان فلاسفہ کے مقابلہ میں الہی فلسفی ہیں اور یہاں تک کہ بعض مادی فلسفی بھی کہ جو روح کی ایک اصلیت کے قائل ہیں اس بات کے معتقد ہیں کہ جسم کے مرنے کے ساتھ روح نہیں ختم ہوتی بلکہ اپنی زندگی کو جاری رکھتی ہے۔

اس مسئلہ یعنی روح کے استقلال اور اس کی بقا کے ثبوت کے لئے بہت سی اور پیچیدہ دلیلیں قائم کی گئی ہیں۔ ہم اس مختصر کتاب میں ان میں سے بعض انتہائی واضح دلیلیں سادہ بیانی کے ساتھ اپنے عزیز نوجوانوں کے لئے

پیش کرتے ہیں :

ا۔ ایک بڑی دنیا کو چھوٹی سی فضا میں نہیں رکھا جا سکتا۔

فرض کیجئے کہ آپ ایک بڑے سمندر کے کنارے بیٹھے ہوئے ہوں کہ جسکے چاروں طرف پہاڑ اپنے سر آسمان کیطرف بلند کئے ہوئے ہیں۔ جوش و خروش سے بھری موجیں بے خوف ہو کر ساحل کے پتھروں پر اپنے پانی کو ٹکراتی ہیں اور توانائی اور شدت کے ساتھ سمندر میں واپس آجاتی ہیں۔

کوہستان کے دامن کے بڑے پتھر اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ پہاڑ کے اوپر کیا شور ہوگا۔ نیلگوں آسمان نے بھی اس کوہ و سمندر پر ایک رنگینی پیدا کر دی ہے اور رات کے وقت کے منظر میں وہ اپنی عظمت و شکوہ کا پتہ دیتا ہے۔

ہم ایک لمحہ کے لئے اس منظر کیطرف نگاہ کرتے ہیں اور پھر آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ اس سارے منظر کو جو ہم نے دیکھا ہے اپنے ذہن میں اسی عظمت و تناسب کے ساتھ ہم محفوظ کر لیتے ہیں۔

بلاشک اسی ذہنی نقشے اور اس وسعت کے منظر کے لئے عام حالات میں ایک بہت بڑے مقام کی ضرورت ہوگی۔ اور دماغ کے چھوٹے چھوٹے خلیوں (CELLS) میں اس بڑے منظر کا عکس بننا ممکن نہیں ہے ورنہ ایک بڑے سے نقشے کو ایک چھوٹے سے نقطہ پر منطبق ہو جانا چاہئے۔ (دلا شحالیکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس نقشے کا اس کی ساری وسعت و عظمت کے ساتھ اپنے ذہن میں احساس

کرتے ہیں۔

یہ حقیقت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ہم ہیں اپنے جسم اور دماغ کے خلیوں (CELLS) کے علاوہ کوئی اور جوہر بھی موجود ہے جو ہر نقشے کو ہر وسعت اور ہر سائز کے ساتھ اپنے میں منعکس کر لیتا ہے۔ بسلسلہ طور پر یہ ضروری ہے کہ یہ جوہر دنیائے مادیات کے ماسوا ہو کیوں کہ مادیات کی دنیا میں ہم ایسی چیز نہیں پاتے۔

۲۔ روح کی بیرونی فضا سے رابطہ کی خصوصیت

ہمارے جسم میں بہت سی طبیعی و کیمیائی خصوصیات ہیں۔ معدہ اور دل کی حرکات طبیعی (PHYSICAL) ہیں۔ لیکن لعاب دہن اور معدہ کا لعاب ہماری غذا پر ایک کیمیائی عمل کرتے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں ہمارے جسم میں بہت سی ہیں۔

اگر روح و خیال و فکر سب کی سب مادی ہیں اور یہ دماغ کے خلیوں (CELLS) کی طبیعیاتی و کیمیائی خصوصیات کا نتیجہ ہیں تو ان میں اور ہماری ساری جسمانی طبیعی (PHYSICAL) خصوصیات میں اتنا بڑا فرق کیوں موجود ہے؟

فکر و خیال و روح ہمارا ارتباط باہری دنیا سے جوڑتی ہے اور جو کچھ ہمارے اردگرد ہوتا ہے اس سے ہمیں آگاہ کرتی ہے۔ لیکن کیمیائی خصوصیات کے عمل جو لعاب دہن اور معدہ کے لعاب کے ذریعہ انجام پاتے ہیں اور ہماری آنکھ و زبان و دل کی دیگر طبیعیاتی (PHYSICAL) حرکات میں یہ خصوصیت ہرگز نہیں ہوتی۔

دوسرے لفظوں میں ہم اس بات کا بخوبی احساس کرتے ہیں کہ باہری دنیا سے ہمارے وجود کا ارتباط ہے۔ اور اس دنیا کے مسائل سے ہم آگاہ ہیں۔ لیکن کیا یہ

باہری دنیا ہمارے وجود اور جسم کے اندر آتی ہے ؟ مسلّم طور پر نہیں، پھر معاملہ کیا ہے ؟.

حتمی طور پر باہری دنیا کا نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم روح کی اس بیرونی دنیا سے رابطہ کی خصوصیت کے ذریعہ اپنے جسم کا رابطہ باہری دنیا سے قائم کر لیتے ہیں اور یہ خصوصیت ہمارے بدن کی طبیعاتی و کیمیائی خصوصیات میں موجود نہیں ہے (غور کیجئے!)

اس کے علاوہ اس بات کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے: باہری اور مشاہدہ میں آنے والی مخلوقات کے بارے میں معلومات کے لئے ان پر ایک طرح کا احاطہ ضروری ہے. یہ احاطہ کرنا دماغ کے خلیوں (CELLS) کا کام نہیں ہے. دماغ کے خلیے (CELLS) صرف باہر سے ہی متاثر ہو سکتے ہیں جیسے جسم کے سارے خلیے (CELLS) متاثر ہوتے ہیں.

یہی فرق اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ جسم کے طبیعاتی اور کیمیائی تغیرات کے علاوہ ایک دوسری حقیقت بھی ہمارے وجود میں کارفرما ہے جو ہمارے وجود کا ارتباط باہری دنیا سے برقرار کرتی ہے. اور یہ حقیقت روح کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے. ایک ایسی حقیقت جو مادی دنیا اور مادی خصوصیات سے ماوراء ہے.

* * *

۳ـ روح کے استقلال پر تجربی دلائل

خوش قسمتی سے دانشوروں نے مختلف سائنٹیفک اور تجربیاتی علوم کی مدد سے روح کی اصلیت اور اس کے استقلال کو ثابت کر دیا ہے اور روح

کے استقلال کے منکروں اور تمام ان افراد کے لئے جو روح کو مادی خصوصیات کا حامل اور ان کا تابع سمجھتے ہیں، ایک محکم اور دندان شکن جواب فراہم کر دیا ہے۔

(۱) ۔ ان تمام دلیلوں میں مقناطیسی خواب (HYPNOTISM) کی دلیل اہم ہے کہ اس نے بہت سے تجربوں میں ثبوت بہم پہونچایا ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو دیکھا ہے اور جنھوں نے یہ نہیں دیکھا ہے ان کے لئے اسکی ایک مختصر تشریح ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ:

مختلف قسم کے علم رکھنے والے افراد کسی ایک شخص کے ذریعہ حالتِ خواب میں پہونچ جاتے ہیں۔ جو شخص حالتِ خواب میں لیجاتا ہے اسے "عامل" کہتے ہیں اور جسے حالتِ خواب میں لیجاتا ہے اسے "مدیوم" کہتے ہیں۔ یہ عامل نصیحت، تمرکزِ فکر اور آنکھ کی مقناطیسی طاقت اور ایسے ہی دوسرے ذریعوں سے مدیوم کو گہری نیند کی حالت میں لیجاتا ہے لیکن یہ نیند عام نیند کیطرح نہیں ہوتی بلکہ ایسی نیند جس میں سونے والے سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے اور گفتگو کی جاتی ہے اور اس سے جواب سنا جاتا ہے۔

اسی حال میں روح اس کو مختلف مقامات پر بھیجتی ہے اور وہ کبھی تازی خبریں خود سے لے آتا ہے اور کبھی ایسی اطلاع حاصل کر لیتا ہے جو عام حالات میں اسکے پاس موجود نہ تھی۔

کبھی غیر مادری زبان میں، کہ ہرگز اس سے واقف نہ تھا، اس مقناطیسی خواب کی حالت میں گفتگو کرتا ہے۔

کبھی اس حال میں ریاضی کے پیچیدہ سوالات کو حل کرتا ہے۔

کبھی تختیوں پر جو صندوق میں رکھی ہوئی ہیں اور اس کا دروازہ مضبوطی سے بند ہوتا ہے، لکھتا ہے۔

اور یہاں تک کہ کبھی روحیں واضح سایہ کی شکلوں میں ان مقناطیسی خوابوں میں ظاہر ہوتی ہیں کہ جن کی تشریح ہم نے کتاب "عود ارواح" میں کی ہے۔

(۲) اسپیریٹزم (SPIRITISM) یا موت کے بعد ارواح سے ارتباط روح کی اصلیت اور استقلال کی ایک اور دلیل ہے۔

آج بھی ساری دنیا میں روحوں کے ماہرین کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے کہ ایک مشہور مصری دانشمند "فرید وجدی" کے قول کے مطابق ان کی طرف سے ساری دنیا میں تقریباً تین سو جرائد اور اخبار شائع ہوتے ہیں۔ مختلف طبقات کے مشہور اشخاص ان کے جلسوں میں شرکت کرتے ہیں اور ان کے سامنے روحوں سے ارتباط قائم کیا جاتا ہے اور خلاف معمول کام انجام پاتے ہیں۔

اگرچہ حیلہ بازوں کا ایک گروہ، روحوں سے ارتباط کے مسئلہ پر بغیر کسی اطلاع اور علم کے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے" روحوں سے ارتباط کے علم کا مدعی ہے۔ اور اس طرح سے اس گروہ نے بہت حد تک غلط فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن ان کا یہ غلط فائدہ اٹھانا ان کی راہ میں رکاوٹ اس لئے نہ ہو گا کہ بڑے بڑے محققین بھی اس واقعیت کے قائل ہیں۔ (۱)

یہ سب ہی انسان کی روح کی اصلیت اور استقلال اور موت کے بعد اس کی بقا کی دلیلیں ہیں۔ اور قیامت اور موت کے بعد کی زندگی کی طرف ایک مؤثر قدم ہے۔

(۳) ہم جب خواب دیکھتے ہیں اور خواب کی حالت میں جو منظر ہماری

---

(۱) مزید معلومات کے لئے کتاب "عود ارواح" اور کتاب "معاد و جہان پس از مرگ" ملاحظہ فرمائیے۔

نظروں کے سامنے مجسم ہو کر آتا ہے کبھی کبھی اس میں آئندہ پیش آنے والے حادثات کے چہرے سے پردہ اٹھتا ہے۔ اور پوشیدہ مسائل ہمارے سامنے آشکار ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اس طرح ہوتا ہے کہ اسے اتفاق نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بھی روح کے استقلال کی ایک دوسری دلیل ہے۔

اکثر افراد کو اپنی زندگی میں سچے خوابوں کے بعض نمونوں کا پتہ ہوتا ہے اور انھوں نے سن رکھا ہے کہ کیونکر ایک خواب جو کہ فلاں دوست اور آشنا نے دیکھا بعینہ اور بغیر کسی کمی و زیادتی کے ایک مدت کے بعد سچ ثابت ہوا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خواب کی حالت میں انسان کی روح کا دوسری دنیاؤں سے ارتباط رہتا ہے اور روح آئندہ کے پیش آنے والے حادثات کو بھی دیکھتی ہے۔

ان سب باتوں سے یہ چیز بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ روح مادی نہیں ہے۔ اور انسان کے دماغ کی طبیعاتی و کیمیائی خصوصیت کی طرح نہیں بلکہ اس کی ایک ماوراء الطبیعات اصلیت ہے جو اس جسم کی موت کے بعد ہمارے درمیان سے نہیں جاتی اور یہ بذات خود قیامت کے مسئلہ اور موت کے بعد کی دنیا کی راہ کو ہموار کرتی ہے۔

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ مادہ پرست اور مذہبی فلسفیوں کے درمیان روح کے مسئلہ میں کیا فرق ہے؟

۲۔ بڑی چیز کے چھوٹی چیز سے منطبق نہ ہونے کے فلسفے "جو کہ روح کے استقلال کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے" سے کیا مراد ہے؟

۳۔ مقناطیسی خواب سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۴۔ روحوں سے ارتباط کا کیا مطلب ہے؟

۵۔ سچے خواب روح کے استقلال کے لئے کیونکر ثبوت ہیں؟

نواں سبق

جسمانی اور روحانی قیامت

- آیا قیامت جسمانی ہے یا جسمانی اور روحانی۔
- جسمانی قیامت کا قرآن سے ثبوت۔
- عقل اور قیامت جسمانی۔
- جسمانی قیامت کے بارے میں بعض سوالات اور انکے جوابات۔

آیا قیامت جسمانی ہے یا جسمانی اور روحانی؟

قیامت کے موضوع پر اہم سوالات میں سے ایک سوال یہ ہے کہ کیا قیامت صرف ایک روحانی پہلو رکھتی ہے یا انسان کا جسم بھی دوسری دنیا میں واپس جاتا ہے؟ اور کیا انسان اسی روح اور جسم کے ساتھ جو اس کے پاس دنیا میں تھا صرف ایک اچھی اور اونچی سطح پر اپنی زندگی کو دوسری دنیا میں جاری رکھے گا؟

کچھ قدیم فلاسفہ صرف روحانی قیامت کے قائل تھے اور جسم کو ایک ایسا مرکب سمجھتے تھے جو انسان کے لئے صرف اس دنیا میں ضروری ہے اور موت کے بعد انسان جسم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اسکو آزاد کر کے عالم ارواح کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

لیکن اسلام کے بڑے علماء اور بہت سے فلاسفہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت دونوں پہلوؤں کے ساتھ یعنی روحانی اور جسمانی پہلوؤں کے ساتھ ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسان کا جسم مٹی ہو جاتا ہے اور یہ مٹی زمین میں بکھر کر غائب ہو جاتی ہے لیکن وہ خدا جو قادر اور عالم ہے، مٹی کے ان ذرات کو قیامت میں اکٹھا کر کے اس پر نئی زندگی کا ایک لباس پہناتا ہے اور اس کو "جسمانی قیامت" کہتا ہے۔ روح کی بازگشت یا "روحانی قیامت" کو سب مسلم طور پر مانتے ہیں اور چونکہ بحث صرف جسم کی بازگشت یا "جسمانی قیامت" کے سلسلہ میں ہوتی ہے اس لئے یہ نام (جسمانی قیامت) اس عقیدہ کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

بہرحال قرآن مجید کی وہ تمام آیتیں جو قیامت کے سلسلے میں تفصیل بتاتی ہیں بہت زیادہ تعداد میں گوناگوں ہیں اور ان سب کا انحصار "جسمانی قیامت" پر ہے۔

* * *

جسمانی قیامت کا قرآن سے ثبوت

(۱) پہلے ہم پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح ایک صحرائی عرب پیغمبرؐ کی خدمت میں بوسیدہ ہڈیوں کو لاتا ہے اور کہتا ہے: "کون ہے جو ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہو؟ اور پیغمبرؐ اکرم خدا کے حکم سے جواب دیتے ہیں: وہی انھیں زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے روز خلق کیا تھا۔ وہی جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی جو سبز درخت کے اندر سے آگ باہر نکالتا ہے جیسا کہ سورۂ یٰسین کی آیت ۸۰ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ایک دوسرے مقام پر قرآن ارشاد فرماتا ہے: "قیامت کے دن تم اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چل کھڑے ہو گے"

(سورۂ یٰسین۔ آیت ۵۱ اور سورۂ قمر۔ آیت ۷)

اور ہم جانتے ہیں کہ قبریں جسموں کی جگہ ہیں جو مٹی ہو جائیں گے نہ کہ روحوں کی جگہ۔

(۳) اصولی طور پر قیامت کے منکروں کو سارا تعجب اس بات پر تھا کہ وہ کہتے تھے: "جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور یہ مٹی چاروں طرف بکھر جائے گی تو پھر کیونکر دوبارہ ہماری زندگی پلٹ آئے گی" وَقَالُوٓا أَءِذَا ضَلَلْنَا فِى الْأَرْضِ

أَئِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ؕ

(سورہ سجدہ۔ آیت ۱۰)

اور قرآن مجید ان لوگوں کو جواب دیتا ہے کہ جس خدا نے ان کی پہلے پہل تخلیق کی وہی ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے ۔ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ : "کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ خدا کس طرح مخلوقات کو پہلے پہل پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ یہ تو خدا کے نزدیک بہت آسان بات ہے ۔"

(سورۂ عنکبوت۔ آیت ۱۹)

(۴) جاہل عرب کہتے تھے : أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ ۝ "کس طرح یہ شخص (محمدؐ) تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور (مرکر) صرف مٹی اور ہڈیاں (بن کر) رہ جاؤ گے تو تم دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے نکالے جاؤ گے ۔"

(سورۂ مومن۔ آیت ۳۵)

قرآن کی یہ سبھی تعبیریں اور وضاحتیں واضح طور پر اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام نے ہر موقع پر جسمانی قیامت کے بارے میں بتایا ہے اور کوتاہ نظر مشرکین کو تعجب بھی اسی جسمانی قیامت کے سلسلہ میں تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اسی جسمانی قیامت کی مختلف قسم کی سبزیوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی مثال دیکر تشریح کرتا ہے جس کا ہم بار بار مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی طرح قرآن خدا کی پہلے پہل کی تخلیق اور اس کی دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا ثبوت پیش کرتا ہے ۔

اس بنا پر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی مسلمان ہو اور قرآن کے بارے میں ایسے

تھوڑی سی بھی معلومات ہوں اور وہ جسمانی قیامت سے انکار کرے۔ قرآن کے مطابق جسمانی قیامت سے انکار اصل میں قیامت سے انکار کے مترادف ہے۔

عقلی ثبوت

اس سے قطع نظر عقل کہتی ہے کہ روح اور جسم دو الگ حقیقتیں بھی نہیں ہیں استقلال کی حالت میں بھی ایک دوسرے سے ارتباط اور لگاؤ رکھتی ہیں۔ دونوں کی ساتھ ساتھ پرورش ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ان میں ترقی ہوتی ہے۔ اور مسلم طور پر ابدی زندگی کے لئے ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔

اگرچہ برزخ (موت کے بعد سے روزِ قیامت تک کا زمانہ) کے زمانے کے دوران روح جسم سے الگ رہتی ہے لیکن ہمیشہ کے لئے یہ جدائی ممکن نہیں ہے۔ جس طرح جسم بغیر روح کے بیکار ہے اسی طرح روح بھی بغیر جسم کے ناقص ہے۔ روح ایک فرمانروا اور حکمران کی مانند ہے اور جسم فرمانبردار اور آلۂ کار کی مانند ہے۔ کوئی حکمرانی فرمانبردار کے بغیر یا کوئی ہنرمندی آلۂ کار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

البتہ قیامت میں روح چونکہ اس دنیا کی سطح سے بالاتر جگہ لیتی ہے اسی لئے اسی نسبت سے جسم کو بھی چاہئے کہ ترقی کرے اور روح کی طرح لطیف و پاک ہو جائے۔ یعنی قیامت میں انسان کا جسم اس دنیا کے عیبوں۔ خامیوں اور نقائص سے مبرّہ ہو۔

بہر حال جسم اور روح ایک دوسرے کے ساتھی اور ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ قیامت صرف روحانی

یا جسمانی پہلو رکھے ۔

دوسرے معنوں میں جسم اور روح کی تخلیق کے مطالع اور انکا آپس میں ارتباط اور ایک دوسرے سے ہم آہنگی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے رونما ہو ۔

دوسری طرف انصاف پر مبنی قانون بھی یہ کہتا ہے کہ : قیامت کو دونوں پہلوؤں سے ہونا چاہئے کیوں اگر انسان نے گناہ کیا تو گویا اس کی روح و جسم دونوں نے وہ گناہ کیا ہے ۔ یا اگر اس نے نیک کام کیا ہے تو وہ بھی اس کی روح اور جسم نے مل کر کیا ہے ۔ اس بناء پر سزا و جزا کے لئے بھی یہی روح اور جسم مستحق ہوں گے اور اگر صرف جسم یا صرف روح کی بازگشت ہو تو پھر انصاف پر مبنی قانون نافذ نہیں ہوا ۔

جسمانی قیامت کے بارے میں سوالات

اس موضوع پر دانشوروں نے بہت سے سوالات کئے ہیں جن میں سے بعض پر اس بحث کی تکمیل کے لئے غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔

۱ ــــ علم طبیعات کے ماہرین کی تحقیقات کے مطابق انسان کا جسم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدلتا ہے ۔ یہ عمل بالکل تیراکی کے حوض (SWIMMING POOL) میں رہنے والے پانی کی طرح ہوتا ہے کہ یہ پانی حوض میں ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ کچھ وقت کے بعد اس حوض کا تمام پانی بدل جاتا ہے ۔

یہ عمل انسان کے بدن میں تقریباً ہر ۷ سال کے بعد ایک بار انجام پاتا ہے ۔ اس بناء پر ہم اپنی عمر کے دوران کئی بار بدل جاتے ہیں ۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ان جسموں کی کون سی شکل قیامت میں دوبارہ زندہ کی جائے گی۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم کی آخری شکل قیامت میں پلٹائی جائیگی جیسا کہ ہم نے یہاں پر بیان کی گئی قرآن کی آیتوں میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کو ان ہی بوسیدہ اور خاک شدہ ہڈیوں سے دوبارہ تخلیق کرے گا۔ اور اس بیان کا مفہوم یہی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل کی ہی بازگشت روزِ قیامت ہوگی۔

البتہ اس مقام پر ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے بدن کی آخری شکل عمر بھر کی تمام شکلوں کے آثار اور ان کی خصوصیات، اپنے میں محفوظ کر لیتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں ہمارے جسم جو بتدریج ختم ہونے لگتے ہیں وہ تمام آثار اور خصوصیات آئندہ شکل لینے والے بدن کو منتقل کر دیتے ہیں اور اسی بناء پر جسم کی آخری شکل جسم کی مختلف شکلوں کی صفات کی وارث ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس آخری جسم پر انصاف کے قانون کے رو سے قیامت میں ثواب و عذاب کیا جاسکتا ہے۔

★ ★ ★

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جاتے ہیں اور ہمارے ذرّات گھاس اور پھولوں کا جزء بن جاتے ہیں اور نتیجتاً کسی دوسرے انسان کے بدن کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کے دن کیا ہوگا (یعنی وہی چیز ہے جسے فلسفہ اور کلام میں "شبہہ اکل و ماکول" کہا جاتا ہے)

اگرچہ اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے لیکن ہم اس بات کی کوشش

کریں گے کہ اس مختصر بیان میں یہاں پر ضروری حد تک وضاحت کریں
اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مسلم طور پر ایک انسان کے بدن کے جو ذرے مٹی کی شکل میں بدل گئے ہیں اور دوسرے انسان کے بدن کے حصوں کا جز بن چکے ہیں تو وہ ذرے اپنے پہلے جسم کیطرف لوٹ آئیں گے۔ (قرآن کی جو آئتیں پہلے بیان کی گئی ہیں وہ بھی اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں)

یہاں پر صرف مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس صورت میں دوسرے انسان کا بدن ناقص ہو جائے گا۔ لیکن ہمیں چاہئے یہ کہیں کہ دوسرے انسان کا بدن ناقص نہیں ہوگا بلکہ چھوٹا ہو جائے گا۔ چونکہ یہ ذرات سارے بدن میں پھیلے ہوتے تھے جو وقت یہ اپنے پہلے بدن کیطرف لوٹانے کے لئے واپس لئے جائیں تو اس وقت اس دوسرے انسان کا بدن اسی نسبت سے کمزور اور چھوٹا ہو جائے گا۔

اس بناء پر نہ تو پہلے انسان کا بدن ختم ہوتا ہے اور نہ ہی دوسرے انسان کا۔ صرف یہ بات ضرور ہے کہ دوسرے انسان کا بدن چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اور یہ چیز کوئی مشکل پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قیامت کے دن انسانوں کے جسم بھی۔ ارتقائی منازل طے کریں گے۔ اور ان کے نقائص اور ان کی کمیاں برطرف ہو جائیں گی۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بچہ بڑھتا ہے یا ایک زخمی انسان کے جسم میں نیا گوشت پیدا ہوتا ہے اور اس شخصیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ قیامت میں جو کہ ایک دنیائے کمال ہو گی ناقص اور چھوٹے بدن کامل صورت میں محشور ہو گے۔

اور اس طرح اس سلسلہ میں کوئی مشکل باقی نہیں رہ جاتی
(غور کیجئے!)

(مزید معلومات اور توضیحات کے لئے کتاب "معاد و جہان پس از مرگ" ملاحظہ فرمائیں۔)

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ کیا قیامت میں انسان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی۔؟
۲۔ کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں؟
۳۔ کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں؟
۴۔ اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر قرآن کیونکر دلالت کرتا ہے؟
۵۔ اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے؟

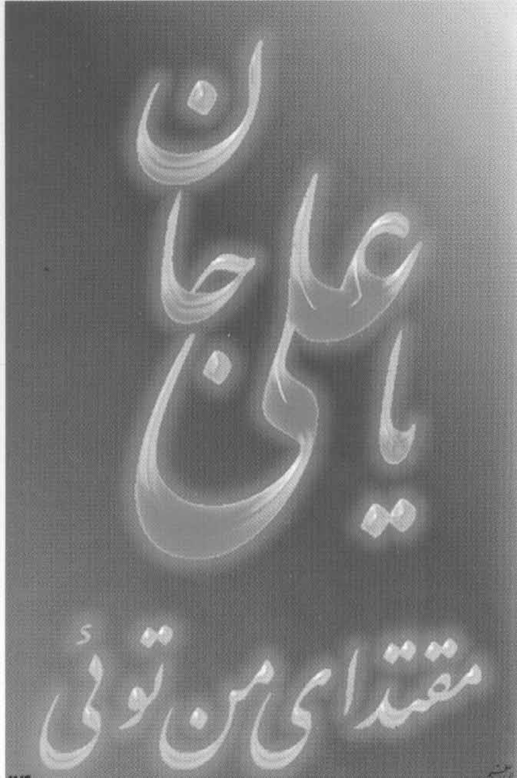
یا علی جان
مقتدای من توئی

دسواں سبق

بہشت اور دوزخ اور اعمال کا مجسّم ہو کر ظاہر ہونا

- کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟
- آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اسی دنیا کے نظامِ حکومت کی طرح ہے ؟
- اعمال کا مجسّم ہو کر ظاہر ہونا۔

کیاموت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کی طرح ہے ؟

بہت سے لوگ خود سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا موت کے بعد والی دنیا اسی دنیا کیطرح ہے یا اس سے مختلف ہے ؟ اُس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں اور وہاں پر رائج نظام اور قوانین کیا اس دنیا کی مانند ہیں ؟ اس کے جواب میں تصریح کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے کہ : ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اُس دنیا اور اس دنیا میں بہت زیادہ فرق ہے ۔ یہاں تک کہ قیامت کے بارے میں بھی ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ بھی بس ایک سراب کی مانند ہے ۔

بہتر یہی ہے کہ "ہم شکم مادر کے بچہ" کی مثال سے ہی یہاں پر کام لیں ۔ جتنا شکم مادر کی دنیا میں اور اس دنیا میں فرق ہے اتنا ہی یا اس سے زیادہ فرق "اس دنیا" اور "دوسری دنیا" میں ہے ۔

اگر شکم مادر میں رہنے والا بچہ عقل و ہوش رکھتا ہوتا اور چاہتا کہ باہر کی دنیا کی یعنی آسمان و زمین ، سورج ، چاند اور ستاروں ، پہاڑوں ، جنگلوں اور دریاؤں کی تصویر اپنے ذہن میں رکھے تو مسلّم طور پر وہ کسی طرح بھی یہ کام نہیں کرسکتا ۔

اس بچہ کے لئے جو شکم مادر میں ہے اور شکم مادر کے محدود ماحول کے علاوہ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے اس کے لئے چاند و سورج و سمندر اور موجیں اور طوفان و نسیم و گل اور اس دنیا کی رنگینیاں کوئی مفہوم نہیں رکھتی ہیں ۔ اس کی دنیائے معلومات کی لغت میں صرف چند الفاظ ہی ہوتے ہیں ۔ اور شکم مادر کے باہر سے کوئی اسے کتنا ہی اس دنیا کے بارے میں سمجھانے کی کوشش کیوں نہ کرے لیکن وہ بچہ اسکی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا ۔

اس محدود دنیا کا اس انتہائی وسیع دنیا سے اتنا ہی یا اس سے کچھ زیادہ فرق ہے۔ اس بنا پر ہم بالکل اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ دوسری دنیا کی نعمتوں اور قوانین اور بہشت وغیرہ کی اصل حقیقت سے مطلع ہو سکیں۔

اس لئے ہم ایک حدیث میں پڑھتے ہیں : فیھا ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر : (بہشت میں ایسی نعمتیں ہیں جنھیں آنکھوں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دماغ نے اس کے بارے میں سوچا ہے)۔

اور قرآن مجید نے اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ "ان لوگوں (نیک اعمال کرنے والوں کے نیک اعمال کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی نعمتیں ان کے لئے ڈھکی چھپی رکھی ہیں اس کو تو کوئی شخص جانتا ہی نہیں"۔

(سورۂ سجدہ آیت ۱۷)

آیا اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظامِ حکومت کی طرح ہے؟

اس دنیا کی حکومت کا نظام بھی اس دنیا کے نظامِ حکومت سے بہت الگ ہے مثلاً : قیامت کی عدالت میں انسانوں کے اعمال کے گواہ ان کے ہاتھ پیر، ان کے جسم کی کھال اور یہاں تک کہ وہ زمین گواہ ہوگی جس میں انھوں نے

گناہ کئے ہوں گے : اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ”آج ہم ان کے منھ پر مُہر لگا دیں گے اور جو جو کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کر رہے تھے خود ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ۔“

(سورۂ یٰسین ۔ آیت ۶۵)

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○
” اور یہ لوگ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی تو وہ جواب دیں گے کہ جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا اس نے ہم کو بھی (اپنی قدرت سے) گویا کیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور (آخر) اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے “۔

(سورۂ فصّلت (حم السجدہ) ۔ آیت ۲۱)

البتہ ان مسائل کا تصور اب سے کچھ زمانہ قبل تک مشکل تھا۔ لیکن علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ مناظر کے عکس اور آواز کو ٹیپ کرنے کے نمونوں کو دیکھ کر اب یہ باتیں بالکل تعجب خیز نہیں رہیں ۔

بہر حال اگرچہ ہم اس دنیا کی نعمتوں کا دور سے تصور ہی کر سکتے ہیں اور ان کی وسعت و اہمیت اور خصوصیات سے صحیح طور پر واقف نہیں ہو سکتے لیکن اس اس حد تک جانتے ہیں کہ اس دنیا کی نعمتیں اور سزائیں جسمانی اور روحانی دونوں پہلو رکھتی ہیں۔ کیوں کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی ۔ اور یہ فطری بات ہے کہ سزا و جزا بھی دونوں پہلوؤں سے ہونی چاہئے ۔

یعنی جس طرح قرآن مجید نے مادی و جسمانی پہلو کے لئے ارشاد فرمایا :

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ "اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کو (اے پیغمبرؐ) خوشخبری دید یجئے کہ ان کے لئے (بہشت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جب انھیں ان باغات کا کوئی میوہ کھانے کو ملے گا تو کہیں گے یہ تو وہی (میوہ ہے) جو پہلے بھی ہمیں کھانے کو مل چکا ہے۔ انھیں ملتی جلتی صورت و رنگ کے (میوے) ملا کریں گے، اور بہشت میں ان کے لئے صاف ستھری بی بیاں ہوں گی اور یہ لوگ اس باغ میں ہمیشہ رہیں گے۔"

(سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۵)

اسی طرح قرآن مجید روحانی نعمتوں کے بارے میں یوں فرماتا ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ "اور (ان بہشتیوں کے لئے) خدا کی رضا اور خوشنودی ان سب نعمتوں سے بالاتر ہے یہی تو بڑی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔"

(سورۂ توبہ۔ آیت ۷۲)

حقیقت یہ ہے کہ بہشت کے رہنے والے انسان اس احساس سے، کہ خدا ان سے راضی ہے اور پروردگار عالم نے ان کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، ایسے لطف و مسرت کو محسوس کرتے ہیں جس کا کسی چیز سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح دوزخ کے رہنے والے انسانوں کے لئے جہنم کی آگ اور جسمانی عذابوں کے علاوہ ان کے شامل حال جو خدا کا غیض و غضب اور اس کی ناخوشی

ہوتی ہے وہ ان کے لئے ہر سزا سے بدتر ہے۔

★ ★ ★

اعمال کا مجسّم ہو کر ظاہر ہونا

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں ہمارے اعمال زندہ ہو کر سامنے آئیں گے۔ اور مختلف شکلوں میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ اور اعمال کا اس طرح مجسّم ہو کر سامنے آنا جزا و سزا کا ایک اہم طریقہ ہوگا۔

ظلم وستم ایک سیاہ بادل کی شکل میں ہم کو گھیرلے گا جیسا کہ پیغمبرؐ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے: الظلم هو الظلمات يوم القيمه" یعنی ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

یتیموں کے مال پر ناجائز طور پر قبضہ ہم کو آگ کے شعلوں کی صورت میں گھیرلے گا جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۱۰ میں بیان کیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ "جو لوگ یتیموں کے مال ناحق چٹ کر جایا کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم واصل ہوں گے۔"

اور ایمان ایک نور اور روشنی کی شکل میں ہمارے چاروں طرف ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ حدید کی آیت ۱۲ میں بیان کیا گیا ہے: يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ "جس دن تم مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لئے وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

اسی طرح جن سود خواروں نے اپنے خراب اور گندے عمل سے معاشرہ کے انصاف پر مبنی اقتصاد کو درہم برہم کیا ہوگا وہ تشنجی اور اعصابی بیماریوں کی مانند ہو جائیں گے کہ اٹھنے کے وقت اپنے جسم کا توازن خود برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ کبھی زمین پر گریں گے تو کبھی اٹھیں گے جیساکہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷ میں بیان گیا ہے:

مال کا ذخیرہ کرنے والے اور دولت جمع کرنے والے بخیلوں جنھوں نے محرومین کے حقوق ادا نہیں کئے، کی گردنوں میں ایک ایسا سنگین طوق ہوگا کہ وہ حرکت تک نہ کر سکیں گے جیساکہ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۸۰ میں بیان کیا گیا ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥ "اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے کچھ دیا ہے اور پھر بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لئے کچھ بہتر ہوگا بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے۔ کیونکہ جن مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب ہی قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنایا جائے گا۔ اور سارے آسمان و زمین کی میراث خدا ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔"

اور اسی طرح تمام اعمال اپنی مناسبت سے کسی نہ کسی شکل میں مجسّم ہو کر

ظاہر ہوں گے۔

ہم جانتے ہیں کہ جدید علوم کے مطابق دنیا میں کوئی چیز نابود نہیں ہوتی۔ مادہ اور قوت (ENERGY) ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے افعال و اعمال بھی ان دونوں (مادہ و قوت) کے قانون سے الگ نہیں ہیں۔ اور اسی قانون کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں خواہ انکی شکل کتنی ہی کیوں نہ بدل جائے۔

قرآن مجید قیامت کے بارے میں مختصر اور متوجہ کرنے والی عبادت میں ارشاد فرماتا ہے: وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً ؕ "اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔"

(سورۂ کہف۔ آیت ۴۹)

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو بھی سزا ملیگی وہ ان کے اعمال کی بنا پر ہی ملے گی اور اسی لئے اسی سورۂ کہف کی آیت ۴۹ میں اس جملہ کے بعد فوراً قرآن مجید مزید ارشاد فرماتا ہے: وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَداً ؐ: "اور تیرا پروردگار کسی پر (ذرّہ برابر) ظلم نہ کرے گا۔"

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں ہم روزِ قیامت کے بارے میں پڑھتے ہیں: يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ؕ "اس دن لوگ گروہ گروہ (اپنی اپنی قبروں سے) نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھیں۔"

(سورۂ زلزال۔ آیت ۶)

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ ؕ: "توجس شخص نے ذرّہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرّہ برابر بدی کی ہے تو وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

(سورۂ زلزال۔ آیات ۷ و ۸)

غور کیجئے کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو خود دیکھیگا۔ یہ حقیقت، کہ ہمارے چھوٹے بڑے اور نیک و بد اعمال اس دنیا میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں اور ختم نہیں ہوتے اور قیامت میں بھی ہمارے ساتھ ہر جگہ پر رہیں گے، ہم سب کے لئے ایک انتباہ ہے تاکہ ہم خرابیوں اور برائیوں سے سختی کیساتھ دور رہیں اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کی دل سے کوشش کریں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جو اس مسئلہ کی عکاسی اسی دنیا میں ہمارے لئے کر سکتے ہیں۔

ایک دانشور لکھتا ہے: آج مصر کے دو ہزار سال قبل کے مٹی کے برتن بنانے والوں کی آوازوں کی لہروں کو اسطرح منعکس کرنا ممکن ہے کہ وہ آوازیں سننے کے قابل ہوں۔ مصر کے عجائب گھروں میں دو ہزار سال قبل بنائے گئے وہ مٹے کے برتن باقی ہیں جن پر بناتے وقت مخصوص پہئے اور ہاتھوں کے ذریعہ سے کاریگروں کی آوازوں کی لہروں کے نقش بنے ہیں اور آج ان لہروں کو پھر سے اس طرح زندہ کیا جاسکتا ہے کہ ہم اپنے کانوں سے ان آوازوں کو سن سکیں۔

بہر حال قیامت کے مسئلہ اور نیکوکاروں کی ابدی جزاؤں اور بدکاروں کی ہمیشہ رہنے والی سزاؤں کے بارے میں بہت سے سوالات کے جوابات قرآن مجید میں دیے گئے ہیں۔ اور اعمال کے مجسم ہونے اور اس مسئلہ پر بھی کہ ہمارے ہر اچھے اور برے عمل کا اثر روح و جان پر ہوتا ہے اور جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیگا، ان سب سوالات کے جوابات قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۱۵ مرداد ۱۳۶۲ھ ہجری شمسی

ناصر مکارم شیرازی

سوچئے اور جواب دیجئے!

۱۔ کیا قیامت میں انسان کی زندگی ہر لحاظ سے اس کی اس دنیا کی زندگی کی طرح ہوگی ؟
۲۔ کیا ہم قیامت میں ملنے والی جزاؤں اور سزاؤں کو اس دنیا میں محسوس کر سکتے ہیں ؟
۳۔ کیا بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب صرف جسمانی پہلو رکھتے ہیں ؟
۴۔ اعمال کے مجسم ہونے سے کیا مراد ہے ؟ اور اس پر قرآن کیوں کر دلالت کرتا ہے ؟
۵۔ اعمال کے مجسم ہونے کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کن مشکلات کو حل کرتا ہے ۔

❖ ❖ ❖

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوق
۲] علامہ مجلسی
۳] علامہ اظہر حسین
۴] علامہ سید علی نقی
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جار حسین
۱۲) بیگم و مرزا نواب حید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید انعام حسین زیدی
۱۶) سیدہ وحا زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا احمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) اعلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم